فروری ۱۹۶۸ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

مدیر

عطاء المجیب راشد

(حضرت مصلح موعود رضؓ کے کارہائے نمایاں کے بارہ میں
ایک مضمون اندر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

اِستَبِقُوا الخَیرَات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۱۷ — ماہنامہ **خالد** ربوہ — شمارہ ۴

فروری ۱۹۶۸ء

مدیر

عطاء المجیب راشد

نائب مدیر

منصور احمد عمر

سالانہ چندہ:- چھ روپے ‖ قیمت فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

(محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ترتیب

اداریہ

"جیت اسی کی ہے جو وقت کی قدر کرے"

(المصلح الموعودؓ)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب دنیا میں مبعوث فرمایا تو دنیا ضلالت اور گمراہی کی عمیق گہرائیوں میں پڑی ہوئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ نے اپنا کام شروع کیا تو جاں نثار صحابہؓ کا ایک گروہ پروانوں کی مانند شمعِ رُوحانیت کے گرد جمع ہو گیا۔ صحابہؓ جو پہلے دنیا کے کیڑے تھے اسلام قبول کرنے کی برکت سے آسمانِ روحانیت کی بلندیوں میں پرواز کرنے لگے۔ انہوں نے وقت کی قدر کو پہچانا اور خدا اور اُس کے رسول کی ہر آواز پر لبیک کہا۔ اور دینِ متین کی سربلندی کی خاطر ہر قسم کی قربانی پیش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک تھوڑے سے عرصہ میں اسلام ساری معلوم دنیا پر غالب آگیا اور انہوں نے اپنی زندگیوں میں غلبۂ اسلام کا دن دیکھ لیا۔

عقل دنگ ہے کہ یہ تھوڑے سے عرصہ میں کیا ماجرا گزرا کہ بظاہر کمزور، غریب اور بے سروسامان مسلمانوں نے ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے اور قیامت تک پیش نہ کر سکے گی۔ یہ سب کچھ اس بدولت ہوا کہ صحابہؓ یہ عزم کر چکے تھے کہ ہماری زندگیوں کی مختصر گھڑیاں بالآخر گزر ہی جائیں گی، کیوں نہ انہیں دینِ اسلام کی سربلندی کی خاطر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگیوں کی ہر گھڑی اور ہر لمحہ دین کی راہ میں صرف کیا اور کوئی ساعت ضائع نہ جانے دی جس پر انہیں خدائے رحیم کی طرف سے کامیابی کا سہرا نصیب ہوا۔

پھر ایک وقت مسلمانوں پر ایسا آیا کہ انہوں نے وقت کی قدر و قیمت کو نہ جانا اور دین کی راہ میں قربانیاں دینے کی بجائے رسم و رواج کے غلام بن گئے، خواہشاتِ نفسانیہ اُن کا مقصود ہو گئیں اور باہمی انتشار اور عداوت اُن کا شیوہ بن گیا جس کے نتیجہ میں اسلام پر ادبار کا زمانہ آگیا اور اس کی عظمت اور اس کا حُسن دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اسلام کی اس زبوں حالی پر ترس کھا کر خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے وعدہ کے موافق اس کے احیاء کا سامان کیا اور اپنے ایک بندے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل اور مسیحِ موعود بنا کر مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ دین میں انتہائی مصروفیت اور احیائے اسلام کی خاطر آپ کی انتھک جدوجہد کے پیشِ نظر خدا تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا۔

"اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ" (تذکرہ)

(یعنی) تُو وہ بزرگ مسیح ہے کہ جس کا (کوئی) وقت ضائع نہیں جاتا۔

ایسے الہامات دراصل انبیاء کے متبعین اور مومنوں کی نصیحت کے لئے ہوا کرتے ہیں پس ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی صحابہؓ کی مانند اپنی زندگیوں کے لمحات خدمتِ دین کی خاطر صرف کریں اور کوئی ساعت اور وقت ضائع نہ کریں۔ صحابہؓ کے بعد اب ہم پر خدمتِ اسلام کا فرض عائد کیا گیا ہے۔

وقت نازک ہے! اور ذمہ داری عظیم۔!! اے کاش! ہر دل وقت کی نزاکت کو محسوس کرے اور ہر عقل وقت کی قدر کو پہچانے ——!! (م - ا - ع)

ذرا اپنا جائزہ لیجیئے

کہ

- کیا آپ دن میں پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں ؟
- کیا آپ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں ؟
- کیا حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کی کوئی کتاب اِن دنوں آپ کے زیرِ مطالعہ ہے ؟
- کیا آپ نے کسی دوست تک احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے ؟
- کیا آپ نے کسی ضرورت مند کی مدد کر کے خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دیا ہے ؟
- کیا آپ خدام الاحمدیہ کی مقامی تنظیم سے پوری طرح تعاون کر رہے ہیں ؟
- کیا آپ نے اپنے ذمہ واجب الادا تمام چندے ادا کر دیئے ہیں ؟

ایک حقیقی خادم کی طرف سے

ان سب سوالوں کا جواب مثبت صورت میں ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کوشش کریں کہ آپ اپنے آپ کو اِس ابتدائی معیار پر لا سکیں۔!

یاد رکھیئے کہ آپ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ایک ممبر ہیں صحیح معنوں میں احمدیت کے خادم بننے کی کوشش فرمائیں۔!!

معارف القرآن

سلسلۂ موت و حیات

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (البقرۃ)

ترجمہ ۔ تم کس طرح اللہ (کی باتوں) کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے پھر اس نے تمہیں جاندار بنایا۔ پھر (ایک دن آئے گا کہ) وہ تمہیں ماریگا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

تفسیر ۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس خدا نے تم کو بے جان سے جاندار بنایا اور پھر جان دینے کے بعد موت دیتا ہے اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ اس موت کے بعد دوسری زندگی نہ دے گا خلافِ عقل ہے ۔ اور اگر دوسری زندگی ملنی ہے تو پھر کوئی ہدایت بھی اس کی طرف سے ضرور آنی چاہیئے ۔ تاکہ وہ انسان کو دوسری زندگی کے لئے تیار کرے۔

کیا سادہ اور لطیف استدلال ہے کہ ایک مسلمان کو جاندار بنانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟ اگر کوئی خاص مقصد اس کے سپرد نہ تھا۔ پھر فرض کرو کہ کوئی مقصد نہ تھا تو ایک صاحبِ فہم و فراست وجود کو پیدا کر کے مارا کیوں؟ اگر اس دنیا کی خوشی اور چَین انسان کے لئے مقدر تھا تو پھر اسقدر لمبے عمل کے بعد بے جان سے جاندار بنا کر اسے موت کا مزہ کیوں چکھایا؟ جب تک کہ اس موت کے بعد ایک اَور اعلیٰ حیات دینی مدِّنظر تھی ....

اس آیت میں جس طرح جسمانی موت کے بعد ایک حیات کے وعدہ کا ذکر ہے دنیا کی قومی موت اور زندگی کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے اور مُراد یہ ہو سکتی ہے کہ دُنیا مُردہ تھی خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ سے اسے زندہ کیا ہے پھر ایک دفعہ وہ مریگی اور پھر اللہ تعالیٰ اسے زندہ کریگا۔ گویا اسلام کی دو ترقیوں کی خبر اس میں دی گئی ہے۔ ایک شروع زمانہ میں اور ایک آخر زمانہ میں یعنی اس جگہ سورۃ جمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان معنوں کی رُو سے ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ سے یہ مراد ہوگی کہ پھر قیامت آجائیگی اور اس طرف اشارہ نکلیگا کہ دینِ اسلام آخری دین ہے اور اسکے بعد قیامت تک کوئی اَور دین یا مذہب نہیں"

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۶۵ - ۲۶۶)

درس حدیث

دوسری قوموں کی مشابہت اختیار نہ کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص (اپنی جماعت اور اپنی قوم کا طریق چھوڑ کر) کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی قوم میں سے سمجھا جائے گا۔

تشریح۔ یہ مختصر سی حدیث ایک نہایت لطیف نفسیاتی نکتہ پر مشتمل ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ جو شخص اپنی قوم کے طور و طریق اور اپنی قوم کے شعار کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کے متعلق یہی سمجھا جائیگا کہ اس کا دل اُس دوسری قوم کے طور و طریق اور اس کے شعار سے متاثر ہو کر اس کی ذہنی غلامی اختیار کر چکا ہے کیونکہ اس قسم کے تشبہ کی خواہش دراصل احساسِ کمتری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یعنی ایک شخص کسی قوم کے تہذیب و تمدن اور انکے حالات و خیالات کو اپنی قوم کے تہذیب و تمدن اور اپنی قوم کے حالات و خیالات سے بہتر اور ارفع خیال کر کے اپنے آپ کو انکے مقابلہ میں پست اور ادنیٰ سمجھنے لگتا ہے اور پھر ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر اس قوم کی اندھی تقلید شروع کر دیتا ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسا شخص دراصل اسی قوم میں سے سمجھا جائیگا جس کی مشابہت وہ اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا اس لطیف حدیث کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہوشیار فرمایا ہے کہ وہ کبھی کسی دوسری قوم کے طریق و تمدن کے نقال نہ بنیں بلکہ اسلام کے تمدن کو سارے دوسرے تمدنوں سے بہتر اور ارفع خیال کر کے اسلامی شعار اختیار کریں، ورنہ وہ ایک بدترین قسم کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر اپنی ممتاز ہستی اور اپنی ارفع انفرادیت کو کھو بیٹھیں گے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ذہنی غلامی ظاہری غلامی سے بھی بدتر چیز ہے۔ ایک ظاہری غلام بے شک دوسرے شخص کا مملوک ہوتا ہے مگر باوجود اس کے اس کے دل و دماغ آزاد ہوتے ہیں لیکن ذہنی غلامی میں مبتلا ہونے والا شخص بظاہر آزاد ہونے کے باوجود اپنے دل و دماغ کی ساری آزادی کھو بیٹھتا ہے اور اُس کے اعمال اُس بندر کے اعمال سے بہتر نہیں ہوتے جو محض نقالی جانتا اور دوسروں کے نچانے پر ناچتا ہے۔

(از چالیس جواہر پارے مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

"پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو"!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مبارک وہ قیدی جو دُعا کرتے ہیں تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سُست نہیں ہوتے۔ کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جو دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور ازخود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم ہے۔ حیا والا۔ صادق وفادار۔ عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دُنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو۔ اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دُعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دُعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دُعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دُنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے۔ حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلّی کے شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ ص ۲۶-۲۷)

آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

(کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن

پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دیں کے چمکانے کے دن

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آ گئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن

تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میّت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن

صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں
میرے دلبر اب دکھا اس دل کے بہلانے کے دن

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

اک بڑی مدّت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن

دیں کی نصرت کے لئے اِک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گانے کے دن

خدمتِ دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

حجِ بیت اللہ کی تڑپ

(کلام سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

دَوڑے جاتے ہیں باامیدِ تمنا سوئے باب
شاید آجائے نظر روئے دل آرا بے نقاب

غافلو کیوں ہو رہے ہو عاشقِ چنگ و رُباب
آسماں پر کھل رہے ہیں آج سب عرفاں کے باب

میری خواہش ہے کہ دیکھوں اس مقامِ پاک کو
جس جگہ نازل ہوئی مولیٰ تری اُمّ الکتاب

ابنِ ابراہیم آئے تھے جہاں باتشنہ لب
کر دیا خشکی کو تُو نے اُن کی خاطر آب آب

میرے والد کو بھی ابراہیم ہے تُو نے کہا
جس کو جو چاہے بنائے تیری ہے عالی جناب

ابنِ ابراہیمؑ بھی ہُوں اور تشنہ لب بھی ہُوں
اسلئے جاتا ہوں مَیں مکہ کو با اُمیدِ آب

اک رُخِ روشن سدا رہتا ہے آنکھوں کے تلے
ہیں نظر آتے مجھے تاریک ماہ و آفتاب

چشمۂ انوار میرے دل میں جاری کیجیے
پھر دکھا دیجے مجھے عنوانِ روئے آفتاب

تبرکات

اپنے آپ کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے پھر اپنے فضل سے مسلمانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ میں خلافت قائم کی ہے اس لئے میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو اور خلافت کے قیام کے لئے قربانیاں کرتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ قائم رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہی اس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا۔ اگر تم چاہتے، تو یہ چیز تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے یہ کہا اگر تم لوگ خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا۔ گویا اس نے تمہارے مُنہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدنظر نہ رکھو تو تم اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ پس مسلمانوں کی تباہی کے اسباب پر غور کرو اور اپنے آپ کو موت کا شکار ہونے سے بچاؤ۔ تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں اور تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں۔ تم وہ چٹان نہ بنو جو دریا کے رُخ کو پھیر دیتی ہے۔ بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم وہ چینل (channel) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گزارتی ہے۔ تم ایک ٹنل ہو جس کا کام یہ ہے کہ وہ فیضانِ الٰہی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا۔۔۔ اسے آگے چلاتا چلا جائے۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی اور اگر تم اس فیضانِ الٰہی کے راستہ میں روک بن گئے۔ اس کے راستہ میں پتھر بن کر کھڑے ہو گئے تو وہ تمہاری قوم کی تباہی کا وقت ہو گا۔ پھر تمہاری عمر کبھی لمبی نہیں ہو گی اور تم اسی طرح مر جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں مریں۔"

{تفسیر کبیر جلد ۵ حصہ ۳
صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰}

اس شمارہ میں

خالد کا فروری کا شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس شمارہ میں آپ کو مختلف نوعیت کے مضامین نظر آئیں گے۔

- قرآن مجید حقائق و معارف کا ایک ناپیدا کنار سمندر ہے۔ اس کے سب بیانات انتہائی پُرحکمت انداز میں تاریخی حقائق اور صحیح واقعات کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے اندر آئندہ کی پیشخبریاں رکھتے ہیں۔ لیکن ہر شخص ان امور پر اطلاع نہیں پا سکتا۔ مرزا محمد شفیق صاحب کے مضمون "لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" میں آپ کو اس بیان کی وضاحت ملے گی۔

- ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس روز مسیح پاک علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر ایک فرزند موعود کی بشارت دی۔ یہ خدائی بشارت سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حق میں پوری ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا اور پھر آنے والے واقعات نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ حقیقت میں آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ ہر سال ۲۰ فروری کو ملت کے اس فدائی (رضی اللہ عنہ و ارضاہ) کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس نے اپنی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف کر ڈالا اور اپنی محدود عمر میں وہ کچھ کر دکھایا جسے دیکھ کر اپنے اور بیگانے سب ہی انگشت بدنداں ہیں۔ مکرم یوسف سلیم صاحب ایم اے نے اپنے مضمون میں حضورؓ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسکے مطالعہ سے آپ محسوس کریں گے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے ؎ سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

- خدمتِ خلق ہر مسلمان کا ایک اہم فرض ہے۔ اس فرض کی اہمیت کیا ہے اور اس کے مواقع کیا ہیں؟ مکرم منور شمیم صاحب خالد نے ایک نئے انداز سے اس مضمون کو پیش کیا ہے۔

- "نمک کی دنیا" کے زیر عنوان مکرم منظور احمد صاحب جھنگ آپ کو ایک ایسی جگہ کی سیر کرا رہے ہیں جہاں چلے جانے کے بعد آپ کے ہر طرف نمک ہی نمک ہوگا۔ اُمید ہے یہ مضمون آپ کے لئے دلچسپی اور اضافہ معلومات کا باعث ہوگا۔

- اقتصادیات ایک وسیع مضمون ہے۔ اس شمارہ میں آپ کو سید اقبال محمود صاحب کا ایک مضمون ملے گا جو اقتصادیات سے متعلق ہے۔ اس مضمون میں دنیا کے مختلف ممالک کی قومی آمدنی کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔

- اس دفعہ خالد میں دو مستقل فیچر شروع کئے جا رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ ہر دو سلسلے آپ کو پسند آئیں گے۔

- اپنی ذہانت اور عقلمندی کا ہر ایک کو دعویٰ ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت تک یہ دعویٰ صحیح ثابت نہیں ہو سکتا جب تک باقاعدہ امتحان نہ ہو جائے۔ اس شمارہ میں ہم ذہانت کا ایک پرچہ شائع کر رہے ہیں۔ اسے کسی مدد کے بغیر حل کر کے اپنی ذہانت کا امتحان لیجئے!

خالد کو آپ نے کیسا پایا؟ اس بارہ میں اپنی قیمتی آراء سے ضرور مطلع فرمائیے

مکرم مرزا محمد شفیق صاحب انور
متعلم جامعہ احمدیہ۔ ربوہ

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کامل اور بلیغ کلام ہے جو صد درجہ حکمت سے پُر ہے۔ اس کلام کے بے معنی یا غلط ہونے کا تو سوال ہی نہیں، کسی مسلمان کے لیے یہ تصور کرنا بھی ممکن نہیں کہ اس میں ابہام اور تشکیک پائی جاتی ہے۔ قرآن کی حکمت اور اس کے حقیقی مطالب پر کامل اطلاع صرف وہی لوگ پا سکتے ہیں جو آیتِ قرآنی کے مطابق مُطَھَّرِین کے گروہ میں شامل ہونے کی وجہ سے خدائی راہنمائی سے فیضیافتہ ہوں۔ قرآنی آیات کے بارہ میں روایات کا تتبع کرنا یا ذاتی اجتہاد کرنا ہرگز درست نہیں۔ اس مختصر مضمون میں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَ
اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا
ثُمَّ اَنَابَ ○

"اور ہم نے سلیمان کی آزمائش
کی اور اس کے تخت پر ایک بیجان
جسم کو بٹھانے کا فیصلہ کر لیا (پھر
جب یہ نظارہ اس نے کشف میں دیکھا)
تو وہ اپنے رب کی طرف جھکا۔"

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی رقمطراز ہیں:-

ولقد فتنا سلیمٰن ای ابتلیناہ واختبرناہ۔

واحدی کہتے ہیں کہ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک ایسی شہزادی سے شادی کر لی جس نے آپ کے گھر میں بتوں کی پرستش شروع کر دی لیکن آپ کو پتہ نہ چلا۔ پس اس غفلت کی وجہ سے آپ فتنہ میں مبتلا کئے گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آزمائش کا سبب جرادہ نامی ایک عورت تھی جس سے آپ نے شادی کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عورت سے شدید محبت تھی۔ دو فریق آپ کے پاس ایک جھگڑا لے کر آئے ان میں سے ایک اہل جرادہ میں سے تھا آپ نے اُس کے حق میں فیصلہ دینا چاہا۔ لیکن بعد ازاں ان کے درمیان حق کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کر دیا۔

اس امتحان کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے

کہ آپ تین دن کے لئے روپوش ہو گئے اور کوئی فیصلہ نہ کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے اُس مشرکہ عورت سے شادی کر کے اس کے سامنے اسلام پیش کیا تو اس نے کہا خواہ قتل کر دو اسلام نہیں لاؤنگی۔ کعب الاحبار کہتے ہیں کہ چونکہ آپ نے گھوڑوں کو قتل کر کے ظلم کیا تھا اس لئے آپ کی سلطنت چھین لی گئی۔ حضرت حسنؓ کے نزدیک اس آزمائش کی وجہ آپ کا بحالتِ حیض بیویوں کے پاس جانا تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں صرف اسرائیلی خاتون سے ہی عقد کروں گا لیکن پھر آپ نے غیر اسرائیلی دوشیزہ سے شادی کر لی۔

یہ بھی منقول ہے امتحان میں ڈالے جانے کا سبب وہی ہے جو حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ یعنی آپ نے کہا تھا کہ میں آج رات اپنی نوّے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ان میں سے ہر ایک شہسوار بچہ جنے گی جو اللہ کے رستے میں جہاد کرے گا لیکن آپ نے انشاء اللہ نہ کہا تھا۔

اسی طرح اور بھی روایات ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں اُس چیز کا ذکر کیا جس سے آپ کو سزا دی گئی اور فرمایا وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا۔ جَسَدًا، اَلْقَیْنَا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے مشتق سمجھ کر اسے منصوب علی الحال بھی قرار دیا گیا ہے یعنی ضعیف یا فارغ لیکن پہلے معنے زیادہ بہتر ہیں۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ جسم جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بٹھایا وہ صخر نامی شیطان تھا جو آپ کا نافرمان اور باغی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت سلیمان کی سی بنا دی۔ وہ مختلف تدابیر عمل میں لاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کی انگوٹھی کے ذریعے فتحیاب ہو گیا۔ اور یہ اُس وقت ہوا جبکہ حضرت سلیمانؑ کنیف (لیٹرین) میں داخل ہوئے کیونکہ آپ قضائے حاجت کے وقت انگوٹھی اُتار دیا کرتے تھے۔ صخر حضرت سلیمانؑ کے بھیس میں آپ کی ایک بیوی کے پاس آیا اور انگوٹھی لے کر آپ کے تخت پر قابض ہو گیا اور چالیس دن تک حکومت کی اور حضرت سلیمان بھاگتے رہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے شیطان کو کہا کہ تم لوگوں کو کس طرح فتنہ میں ڈالتے ہو۔ اس نے عرض کیا مجھے ذرا انگوٹھی دیں میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ جب آپ نے انگوٹھی اس کو دے دی تو اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی سلطنت چھن گئی اور شیطان آپ کی کرسئ حکومت پر متمکن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی بیویوں کو منع کر دیا اس لئے شیطان ان کے قریب نہ جا سکا۔ حضرت سلیمان کا طریق تھا کہ آپ کھانا مانگتے ہوئے کہا کرتے تھے "مجھے پہچانتے ہو، مجھے کھانا کھلاؤ"۔ اب آپ کے ایسا کہنے پر وہ آپ کو جھٹلا دیتے (اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہا جب تک آپ کو انگوٹھی نہ ملی) اسی اثناء میں ایک عورت نے آپ کو ایک مچھلی دی جب آپ نے اس مچھلی کا پیٹ چیرا تو اپنی انگوٹھی وہاں پائی۔ اس طرح آپ کی سلطنت پھر آپ کی طرف لوٹی۔

ثُمَّ اَنَابَ - یعنی آپ چالیس دن کے بعد اپنے ملک کی طرف لوٹے - اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَنَابَ کے معنے یہ ہیں کہ آپ گناہ سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے -

(تفسیر فتح القدیر ص۴۲۱ و ص۴۲۲)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

"حضرت سلیمان استنجے کو جاتے انگشتری ایک خادمہ کے سپرد کر دیتے - اس میں لکھا تھا اسم اعظم - ایک جن صخر نامی اس خادمہ کو بہکا کر انگشتری لے گیا - اپنی صورت بنائی حضرت سلیمان کی سی - تخت پر بیٹھ کر لگا حکم کرنے -

حضرت سلیمان یہ معلوم کر کے نکل گئے کہ مجھے مروا نہ ڈالے ایک گاؤں میں چھپ کر رہے - چھ مہینے کے بعد صخر شراب کی مستی میں تھا انگشتری دریا میں گر پڑی ایک مچھلی نگل گئی - وہ شکار ہوئی حضرت سلیمان کے ہاتھ - پیٹ میں سے انگشتری لے کر پھر آئے اپنے تخت سلطنت پر - یہ جانچ ہوئی اس پر کہ اُن کے گھر میں ایک عورت تھی اپنے باپ مر گئے کو یاد کر کے رویا کرتی تھی اس کو بنا دی جنوں نے تصویر اس کے باپ کی کہ وہ چین پکڑے - وہ لگی پوجنے - انہوں نے خبر نہ لی یا خبر پا کر تغافل کیا -

بعضے کہتے ہیں جانچ یہ کہ اپنے امیروں سے خفا ہوئے کہ جہاد میں کمی کرتے تھے چاہا کہ ایک رات جاویں اپنی ستر عورتوں پاس ہر ایک سے ایک بیٹا ہو وہ خاطر خواہ جہاد کریں - فرشتہ نے دل میں ڈالا انشاء اللہ انہوں نے تغافل کیا - ستر عورتوں میں سے ایک کو حمل ہوا - وقت پر جنی آدھا آدمی وہ لا کر اُن کے تخت پر رکھ دیا - یہ نادم ہوئے انشاء اللہ نہ کہنے پر"

(موضح القرآن بر حاشیہ قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی ص۷۵۴ ، ص۷۵۵)

تفسیر جلالین جلد دوم ص۱۱۵ پر مرقوم ہے :-

"اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا سے مراد جن ہے جو صخر یا کوئی اور تھا جو آپ کی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے ارد گرد پرندے اور دوسری چیزیں جمع ہو گئیں حضرت سلیمان اپنی تبدیل شدہ ہیئت میں نکلے تو آپ نے اپنی کرسی پر اُسے (صخر نامی جن کو) بیٹھا ہوا دیکھا تو لوگوں سے کہا میں سلیمان ہوں انہوں نے انکار کر دیا -

ثُمَّ اَنَابَ یعنی حضرت سلیمان چند یوم کے بعد واپس اپنے ملک کو لوٹے انگشتری حاصل کی اور کرسی حکومت پر متمکن ہوئے"

آپ نے مفسرین کی مختلف تفاسیر کو ملاحظہ فرما لیا ہے - یوں محسوس ہوتا ہے کہ ذہن کا رجحان تفسیر القرآن

کی طرف نہیں بلکہ اسرائیلی روایات کو بلا سوچے سمجھے قبول کرنے کی طرف ہے۔ کسی نبی کی شان کا استخفاف ہو یا ان کی پیش کردہ تفسیر، قرآن مجید کی دوسری آیات کے مخالف ہو، مفسرین کی بلا جانے۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے صرف ایک فقرہ میں ایسے حکیمانہ نکات بیان فرمائے ہیں کہ حقیقۃً دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ خود موازنہ فرمائیں۔

حضورؓ فرماتے ہیں:۔

"بے جان جسم سے مراد یہ ہے کہ ان کا وارث ایک ایسا بیٹا ہوگا جس کے اندر آسمانی روح نہیں ہوگی بلکہ صرف مادی جسم ہوگا۔"

(تفسیر صغیر عکسی ایڈیشن صفحہ ۶۱)

لاریب سابقہ مفسرین کی پیش کردہ تفاسیر کو پڑھ کر ذہن میں ابہام اور تشکیک کی جو غیر تسلی بخش صورت پیدا ہوتی ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ تفسیر سے وہ یکسر دور ہو جاتی ہے اور خدائی کلام کی پختگی اور قطعیت اور بلاغت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے ✦

"تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو..."

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۰۰)

بقایا داران

خالد کے بقایا چندہ کی ادائیگی فرما کر ادارہ سے تعاون فرمائیں! (مینیجر)

بسلسلہ یوم مصلح موعودؓ

۲۰ فروری کی بشارت

(حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ)

پھر لبِ ساقی پہ ہے رازِ دلِ ہوشیارپور
انجمن آرا، دبستاں میں۔ وہ مستوری ہوئی

بادۂ گلرنگِ عرفاں آگیا پھر جوش میں
مستیاں بٹنے لگیں ہشیار مخموری ہوئی

نغمہ پیرا پھر ہوا ہے عندلیبِ خوشنوا
گلبنِ احمد میں پھر پھولوں کی بھرپوری ہوئی

پھر پرِ پرواز پروانوں کے ہیں سرگرمِ سوز
پھر فروزاں معرفت کی شمع کافوری ہوئی

دیکھ لو احمدؐ کا فرزندِ گرامی ارجمند
حضرتِ حق میں دعا کی کیسی منظوری ہوئی

وہ علومِ ظاہری و باطنی بخشے گئے
جن سے حل ہر مشکلِ دیں معنوی صوری ہوئی

کون ہوسکتا ہے وہ محمودِ احمد کے سوا
چارسو عالم میں جس کی نیک مشہوری ہوئی

سجدہ ہائے شکر اکمل ہم بجا لائیں کیوں
پیشگوئی مصلح موعود کی پوری ہوئی

(مکرم جناب یوسف سلیم صاحب ایم - اے شاہد - ربوہ)

○ آغازِ جوانی کا ایک عہد اور بڑھاپے میں اس کی تجدید
○ آہنی عزم وہمت اور توکل علی اللہ کا حسین امتزاج

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی وفات پر آپؑ) کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عزم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر جماعت اس ابتلاء کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائے اور ساری ہی جماعت مرتد ہو جائے تب بھی میں اس صداقت کو نہیں چھوڑوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے اور اس وقت تک تبلیغ جاری رکھوں گا جب تک وہ صداقت دنیا میں قائم نہیں ہو جاتی ...... وہ وقت میری جوانی کا تھا اور یہ وقت میرے بڑھاپے کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے لئے جوانی اور بڑھاپے میں کوئی فرق نہیں ہوتا ...... میں اب عمر کے لحاظ سے ساٹھ سال کے قریب ہوں اور ابتلاؤں اور مشکلات نے میری ہڈیوں کو کھوکھلا کر دیا ہے پھر بھی میرے حی و قیوم خدا سے بعید نہیں امید کرتا ہوں کہ وہ اب اپنے فضل و کرم سے میرے مرنے سے پہلے مجھے اسلام کی فتح کا دن دکھا دے۔" (خطبہ جمعہ ۹/۷ ۱۹ بمقام لاہور مندرجہ الفضل ۹/۷ (۲۱)

آج سے چودہ سو سال پہلے تاریخ عالم میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ عرب کا لق و دق صحرا جو صدیوں سے بے آباد و بے کیف چلا آ رہا تھا چشم فلک نے وہاں ایک عجیب پُر کیف نظارہ دیکھا، وہ سرزمین جس میں فسق و فجور کا دَور دَورہ تھا، جو فتن و فساد کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، وہاں سلامتی کا ایک چشمہ پھوٹا، روحانیت کا ایک سورج طلوع ہوا۔ اس چشمہ حیات سے دلوں کی سنگلاخ زمینیں سیراب ہوئیں، اس

آفتاب کی تمازتِ عالمتاب نے دلوں کو گرمایا۔ اس کے
نتیجہ میں ایک عظیم روحانی انقلاب رونما ہوا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاسِ قدسیہ اور تاثیراتِ روحانیہ،
صحابہ کرام رض کی بے مثال قربانیوں اور خلفاءِ راشدین
کی انتھک مساعی کے نتیجہ میں اسلام دیکھتے ہی دیکھتے
مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ بعد کے زمانہ میں اگرچہ
ہاتھ قبضۂ شمشیر اور پاؤں گھوڑوں کی رکاب میں تو
رہے لیکن قول میں وہ صداقت، فعل میں وہ عظمت
اور کردار میں وہ رفعت نہ رہی، قول و فعل میں
ہم آہنگی اور صدق و سداد میں یک رنگی عنقا ہوگئی،
تو اسلام "سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا" بن کر رہ گیا۔ اس کی
نشاۃِ ثانیہ اور اس کی دوبارہ ترقی آفتابِ روحانیت
صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ ایک مہرِ کامل کے ذریعہ
مقدر تھی۔ یہ مہرِ کامل، یہ بدرِ منیر آسمانِ روحانیت پر
بڑی شان سے جلوہ افروز ہوا۔ اس نے احیائے شریعت،
تجدیدِ دین اور اشاعتِ اسلام کا زبردست بیڑا اٹھایا۔
لیکن یہ کام اتنا مشکل، یہ مہم اتنی کٹھن اور یہ ذمہ داری
اتنی عظیم الشان اور مختلف النوع تھی کہ طبعاً مامورِ زمانہ
حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کو فکر پیدا ہوا کہ میری اس
حیاتِ فانی کے بعد اس نئی زمین کی آبیاری، اس نئے
آسمان کی نگہداشت اور اس نئے نظام کی حفاظت کا
کیا بندوبست ہوگا۔ آپ کی یہ فکر، یہ تشویش اور یہ
اضطراب آپ کو قادیان سے نکال کر دور ایک قصبے
میں لے گیا وہاں آپ نے کامل تنہائی میں دل کی گہرائیوں
سے اپنے مولائے حقیقی کے حضور دعائیں کیں، حفاظت
اور ترقی اسلام کے لئے ایک نشان مانگا۔

خدا تعالیٰ نے آپ کے دل کی گہرائیوں سے
نکلی ہوئی، درد میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کو بپایۂ قبولیت
جگہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان
دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے
مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری
تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو
اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی
اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور
لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے
مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت
اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔
فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا
ہوتا ہے۔ فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی
ہے..... تا دینِ اسلام کا شرف
اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر
ہو اور تا حق اپنی برکتوں کے ساتھ
آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں
کے ساتھ بھاگ جائے....."

اسی نشانِ رحمت کے متعلق فرمایا:۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ
اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا اور
ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا
تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل

ہوگا ...... اس کے ساتھ فضل ہے
جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔
وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور
دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا
اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی
برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے
صاف کرے گا ..... وہ سخت ذہین
و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ
ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔
..... نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے
اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح
کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے
اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔
وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی
رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین
کے کناروں تک شہرت پائے گا اور
قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب
اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف
اٹھایا جائے گا۔" (سبز اشتہار)

یہ مبشر بیٹا حسب بشارات ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا۔ عظیم والدین کی بہترین تربیت میں جلد جلد بڑھا، بچپن میں ہی باتیں بڑی پیاری، بول بڑے میٹھے اور اطوار بڑے دلربا تھے۔ ابتداء سے ہی آپ کے فہم و فراست اور ذہانت و متانت کے آثار دیکھ کر ہر کوئی "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کہہ اٹھتا۔ ابھی آپ نے عہدِ شباب کی حدود میں قدم رکھا ہی تھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام داغِ مفارقت دے گئے۔

آغازِ جوانی ہے، امنگوں اور ترنگوں کا زمانہ ہے۔ ایسے وقت میں ایک خواہش کے بعد دوسری خواہش جنم لیتی ہے، زندگی کے تلخ حقائق کی طرف خیال عام طور پر جاتا ہی نہیں مگر یہ انیس سال کا نوخیز جوان اپنے باپ کے جسدِ اطہر کے سرہانے کھڑا ہے، گھبراہٹ کو نزدیک پھٹکنے نہیں دیا، صدمہ و ملال کے آثار چہرہ پر نمودار ہونے نہیں دیئے اور کمال عزم اور حوصلہ کے ساتھ خدائے قادر و توانا کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے یہ عہد کرتا ہے کہ اگر ساری جماعت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منحرف ہو جائے میں اکیلا ہی آپؑ کے مشن کی تکمیل میں سینہ سپر رہوں گا۔ اور اُس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک آپؑ کی صداقت کو منوا نہ لوں اور اسلام کو ادیانِ باطلہ پر غالب نہ دیکھ لوں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس اولو العزم انسان نے اس عہد کو نبھانے کے لئے راتوں کی نیند اور دن کا آرام بھلا دیا۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات پر اپنوں کی ریشہ دوانیاں رنگ لائیں۔ دنیوی نام و نمود کے بندوں نے اپنے عہدوں اور اپنے دنیوی فوائد کے پیشِ نظر مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ مخالفت کی تند و تیز آندھیوں اور سازشوں کے طوفان بلاخیز میں آپؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا۔ مخالفت زوروں پر

ہے، بعض عمائدین آپ کو چھوڑ چکے ہیں بلکہ آپ کو مٹانے کے درپے ہو گئے ہیں، خزانہ خالی ہے، ایک پیسہ پاس نہیں، جماعت افتراق اور انشقاق کا شکار ہے ۔ ایسے دل دہلا دینے والے موقعہ پر حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا کا یہ ناز پروردہ انتہائی نامساعد حالات میں ایک طرف کٹی پھٹی جماعت کو سنبھالا دینے، اُن میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور دوسری طرف منکرینِ خلافت کی ریشہ دوانیوں کا سدِّ باب کرنے کے لئے مردِ میدان بن کر نکلتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے "کل کا بچہ" کہنے والوں پر ہر کام اور ہر شعبہ میں گوئے سبقت لے جاتا ہے اور وہ مُنہ دیکھتے رہ جاتے ہیں ۔ خلافتِ احمدیت کو مٹانے کے خواب دیکھنے والے خود مٹتے نظر آنے لگے مگر اس اولوالعزم اور فضلِ عمر رضی اللہ عنہ کا بال بیکا نہ کر سکے ۔ آپ اپنے عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے چلے گئے تا آنکہ آپ کے کارہائے نمایاں کو دیکھ کر مخالفین کے لئے دردِ دل کھانے اور خونِ جگر پینے کے سوا چارہ نہ رہا ۔

تبلیغ اسلام

زمین کے کناروں تک شہرت

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اتنے بے شمار زریں کارنامے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو لے لیا جائے تو صرف وہی آپ کی اولوالعزمی کی دلیل اور آپ کی حیاتِ جاوید پر شاہد بن سکتا ہے ۔

حضرت فضلِ عمرؓ کا دورِ خلافت پچاس سال یعنی نصف صدی سے زائد عرصہ پر حاوی ہے ۔ کارنامے ہی کارنامے ہیں، عظیم خدمات کی بھرمار ہے، طوفانوں اور ہنگاموں سے واسطہ ہے لیکن پائے ثبات میں ذرا لغزش نہیں ۔ فتنے پر فتنے اُٹھتے ہیں مگر ذرا گھبراہٹ نہیں ۔ مخالفتوں کی آندھیاں چلتی ہیں مگر آپ بڑے سکون سے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں ۔ سوچتا ہوں اپنے اس پیارے آقا رضی اللہ عنہ کے کس کارنامے کو لوں اور کس کو چھوڑ دوں ۔ اس گنجِ گرانمایہ سے کن موتیوں، کن جواہرات کا انتخاب کروں ۔ یہ تو بحرِ بے کراں ہے اور یہاں تنگیٔ داماں، بے بضاعتی و کم علمی ۔ تاہم چند ایک کا ذکر کرتا ہوں ۔

سیدنا حضرت فضلِ عمرؓ نے آغازِ خلافت میں ہی منکرینِ خلافت سے نبرد آزمائی کے ساتھ ساتھ تبلیغِ اسلام کے کام کو بطریقِ احسن شروع فرمایا ۔ ایک ادارہ "انجمن ترقیٔ اسلام" تبلیغ کی غرض سے قائم کیا ۔ برصغیر پاک و ہند کے اہم مقامات پر مبلغ بھجوائے ۔ بعد میں تحریکِ جدید کا اجراء فرما کر تبلیغِ اسلام کے کام کو ہمہ گیر اور عالمگیر حیثیت میں بدل دیا ۔ آپ کی ان مساعیٔ جمیلہ کے نتیجہ میں بیرونِ ملک میں اس وقت تک کم و بیش ۲۵۰ مساجد تعمیر ہوئیں اور ۴۶ ملکوں میں مشن قائم ہو چکے ہیں ۔ ہزاروں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر ایک خدا کو ماننے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے لگے ہیں ۔ دیارِ غرب میں قصرِ عیسائیت

میں ایک زلزلہ بپا ہو چکا ہے۔ وہ انگریز پادری جو کل تک اسلام کو مٹانے کے خواب دیکھ رہے تھے آج آپ کے عہدِ سعید کی برکت اور آپ کے اس عظیم الشان تبلیغی کارنامہ کی بدولت خود اپنے مذہب کی حفاظت کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ اندرونِ ملک تبلیغی مہم کو تیز کرنے کے لئے آپ نے وقفِ جدید کا اجراء فرمایا۔ آپ نے دیارِ غرب میں اسلام کی تبلیغ کی جو حیرت انگیز داغ بیل ڈالی تھی اور جسکے خیرہ کُن نتائج برآمد ہو رہے ہیں اس سے غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ مصر کے ایک اخبار نے لکھا تھا:۔

"میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تحریر و تقریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق و مغرب کے مختلف ممالک و اقوام میں بصرفِ زرِ کثیر اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں قائم کر کے زبردست حملہ کیا ہے اور ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں ان کے اپنے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثرات و کامیابی میں عیسائی پادریوں کو اُن سے کوئی نسبت نہیں، قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُر حکمت باتیں ہیں...... جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔"

ایک غیر کے مُنہ سے یہ خراجِ تحسین آپؓ کی تبلیغِ اسلام کی مساعیٔ جمیلہ پر شاہدِ ناطق ہے اور آپ کے زمین کے کناروں تک شہرت پانے کا مُنہ بولتا ثبوت۔ اسلام کے چشمۂ صافی سے فیضیاب ہونے والی اقوام کا وجود آپ کا زندہ کارنامہ ہے۔

خدمتِ قرآن!

علمی و ادبی کارنامے!!

اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں فرمایا ہے کہ آپ کی حیاتِ بابرکات میں دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں وہ فرزندِ موعود علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ آپ کی قرآن دانی اور قرآن فہمی اور قرآنی خدمات پیشگوئی کے اس حصہ کی بیّن ثبوت ہیں۔ قرآن کی متابعت، اس صحیفۂ اطہر کی آپ کے دل میں محبت کا یہ عالم تھا کہ حضورؓ نے

فرمایا ہے

ایمان مجھ کو دیدے عرفان مجھ کو دیدے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دیدے

قرآن پاک سے محبت و تعلق کا یہ نتیجہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ نے قرآن کریم کی تفسیر میں لطائف و نکات، حقائق و دقائق، مطالب و معانی کے دریا بہا دیئے اس عندلیب خوش بیان کی قرآن خوانی اور قرآن دانی کا ایک عالم گواہ ہے۔ جب کبھی قرآن پڑھتے یا درس دیتے یا تفسیر لکھنے بیٹھتے حقائق و معارف کے موتی بکھیرتے اور یوں لگتا کہ حقائق و دقائق کے لطیف نکات آپ پر کھلتے چلے جاتے ہیں اور انوارِ قرآنی ابر باراں کی طرح آپ پر برس رہے ہیں۔ آپؓ کے قرآنی علوم میں اس کمال پر تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر، قرآنی علوم کے دو عظیم الشان خزانے، شاہد ناطق ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کروا کے قرآنی علوم کو اکنافِ عالم میں پھیلانے کی زبردست مساعی فرمائیں۔

علاوہ ازیں آپ نے علم کلام، روحانیت، سیر و تاریخ، فقہ، دیگر اسلامی علوم اور سیاسیات پر کم و بیش ۲۲۵ کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ جب کبھی کوئی رسالہ یا کتاب لکھی دنیا نے اسے پہلے سے بڑھ کر دلچسپ پایا۔ اور جب کبھی ان رسائل وغیرہ میں کوئی سیاسی راہنمائی کی یا سیاسی مشورہ دیا دنیا نے اس کو پہلے سے بڑھ کر مفید مطلب پایا۔ آپ کی کتابوں اور رسالوں میں وہ تاثر، وہ جذب و کیف، وہ کشش، الفاظ اور مطالب کی وہ چاشنی، زبان کی وہ شیرینی اور عبارت میں وہ سلاست و روانی ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ غرض آپ نے اپنی گوناگوں علمی و ادبی خدمات کے ذریعہ اپنی علمی برتری نکتہ رسی اور معاملہ فہمی کی دھاک بٹھا دی۔

اندرونی اور بیرونی فتنوں کا استیصال
جماعت کی قیادت و سیادت کا شاندار کارنامہ

آپ کو آغازِ خلافت میں منکرینِ خلافت سے واسطہ پڑا۔ یہ عمائدینِ جماعت بڑے بڑے جبّہ پوش اور جماعت میں اثر و رسوخ رکھنے والے تھے انہوں نے بزعمِ خویش خلافت احمدیہ کو ہی سرے سے مٹانے کی کوشش کی کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔ انہوں نے اپنے دنیوی اغراض و مقاصد کو خطرے میں دیکھ کر آپ کی مخالفت کی اور ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا لیکن اس اولوالعزم اور بلند ہمت انسان کے مقابلہ میں ہر جا خائب و خاسر رہے۔ اُٹھے تو خلافت کو مٹانے کے لئے تھے لیکن آپؓ کی دلیرانہ قیادت اور شاندار راہنمائی سے بالآخر خود ہی گوشۂ گمنامی کے سپرد ہو گئے۔

پھر مستریوں کا فتنہ اُٹھا۔ وہ بڑے بلند بانگ دعاوی لے کر اُٹھے لیکن اس باتدبیر انسان کے آگے انہیں دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہی حال مصریوں کا ہوا۔ پھر ایک اور ٹولہ حقیقت پسندی کا لیبل لگا کر اندر ہی اندر تخریب و تنشیق کی راہ پر چل نکلا لیکن حضورؓ نے انہیں مکھن میں سے بال کی طرح نکال باہر کیا

آپ نے چھوٹے سے چھوٹے فتنے کو کبھی نظر انداز نہ کیا اور بڑے سے بڑے فتنے کو خاطر میں نہ لا کر اس کے سدِ باب کے لئے سینہ سپر رہے اور مخالفین کی ایک نہ چلنے دی۔

احرار کے مختلف فتنے کتنے مہیب اور خطرناک فتنے تھے لیکن آپ نے اس سیلاب کو جس ہمت اور جوانمردی سے روکا وہ آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ غرض آپؓ نے اندرونی اور بیرونی فتنوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ احمدیت کی کشتی کے اس ناخدا نے مخالفتوں کے طوفان میں گھری ہوئی جماعت کو ہر بار بفضلِ خدا کنارے پر لگایا۔ کشتِ احمدیت کے اس نگہبان پر جب بھی کسی نے ٹیڑھی نظر ڈالی خدا نے اس کے پاؤں تلے سے زمین نکال دی۔

کارزارِ شدھی

اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی کا بے نظیر کارنامہ

آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ کارزارِ شدھی میں مردانہ وار قیادت ہے۔ علاقہ ملکانہ میں آریوں نے اپنے مزعومہ عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے مسلمانوں کو شدھ کرنا شروع کر دیا۔ برصغیر کے مسلمان اسے دیکھ کر کرب کی کیفیت سے دوچار، خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے کہ ایسے حالات میں آپ مردِ میدان بن کر نکلے اور کارزارِ شدھی میں بے خوف و خطر اُتر کر حالات کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔

مسلمانوں کو ہندوؤں کے مقابلہ میں کی صدائے بازگشت جس کا سہرا آپ کے سر تھا اُس زمانہ کے ایک نہیں دو نہیں بلکہ بیسیوں اخبارات میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

تحریک آزادیٔ کشمیر

مسلمانوں کی قیادت کا ایک اور سنہری کارنامہ

اسیروں کا یہ دستگار ایک دفعہ اتفاقاً کشمیر جاتا ہے۔ وہاں مسلمانانِ کشمیر کی حالتِ زار کو بچشم خود دیکھتا ہے۔ کشمیری مسلمان اُس وقت ڈوگرہ راج کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے اور اُن کی حالتِ زار زبانِ حالی سے کہہ رہی تھی۔ ع

گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

حضورؓ نے واپس آکر اپنی پہلی فرصت میں اُس وقت کے مسلمان سیاسی لیڈروں کو اکٹھا کیا اور مسلمانانِ کشمیر کی آزادی کے لئے جد و جہد کا آغاز فرمایا اور کمالِ تدبّر اور حکمتِ عملی سے آپ کی ایک نہایت قلیل عرصہ کی جد و جہد کے بعد نہ صرف ریاست نے بلکہ ایک طرح سے حکومتِ انگریزی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔

کشمیر کا صدیوں کا غلام آنکھیں کھول کر آزادی کی ہوا کھانے لگا۔ اہلِ کشمیر کو اسمبلی ملی، پریس کی آزادی ملی، مسلمانوں کو ملازمتوں میں برابر حقوق ملے، فصلوں پر قبضہ ملا اور تعلیم کی سہولتیں ملیں۔ اہلِ کشمیر نے آپ کے محسنانہ کارہائے نمایاں سے متاثر

ہو کر جلسوں میں "امام جماعت احمدیہ زندہ باد" اور "صدر کشمیر کمیٹی زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگا کر آپ کی خدمات کا کھلم کھلا اعتراف کیا۔

داغِ ہجرت اور تعمیرِ ربوہ

۱۹۴۷ء میں تقسیمِ برصغیر پاک و ہند کے موقعہ کے رُوح فرسا حالات کی تلخ یاد کسی کے دل میں جاگزیں نہیں ہو گی۔ اس قتل و غارت، اس تاخت و تاراج اور انسانی جان کی اس ارزانی اور عزّت و نفس کی اس بے حُرمتی کے پُرآشوب زمانے میں ایک ہوشمند انسان تھا تو وہ صرف حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپ نے اپنے حسنِ تدبّر اور عقل و دانش سے طوفان میں گھری ہوئی محبوب و مقدس بستی سے جماعت کو نکالا، لُٹی پِٹی جماعت کی ڈھارس بندھائی، منتشر جماعت کو اکٹھا کیا، ویرانے میں ربوہ جیسا شاندار شہر بسا کر اہلِ حوصلہ اور خرد مند لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور وہ بے اختیار کہنے لگے:-

"ربوہ کی تعمیر بے مثال ہے حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر سب کچھ کر دکھاتے ہیں۔"

(سفینہ لاہور ۴۸/۱۱ ۱۳)

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرزند دلبند گرامی ارجمند اور جماعت کے اس امامِ ہمام رضی اللہ عنہ نے علاوہ مندرجہ بالا کارہائے نمایاں کے جن کے متعلق میں صرف اشارے ہی کر سکا ہوں جماعتی تنظیم و تربیت کا بھی شاندار کارنامہ انجام دیا۔ مجلس مشاورت کا آغاز فرما کر باہمی صلاح و مشورہ کی اسلامی روح کا احیاء کیا۔ مجلس علم و عرفان کے اجراء سے دلوں کو گرمایا۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر کے جماعت کی روحانی سیرابی کا انتظام فرمایا۔ جامعہ احمدیہ، سکول اور کالج کو ترقی دے کر دینی و دنیوی علوم کو فروغ دیا۔ سلسلہ عالیہ کے وسعت پذیر نظام کی مربوطی، مضبوطی اور پائیداری کے پیشِ نظر نظارتوں، وکالتوں اور نظامتوں کے نظام کو قائم کیا۔ جماعتی تربیت و اصلاح کے پیشِ نظر مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کی ذیلی تنظیمیں قائم فرمائیں۔ اس طرح ایک مربوط اور منظم نظام کی داغ بیل ڈالی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جب آپ نے ۱۹۱۴ء میں مسندِ خلافت پر قدم رکھا خزانہ خالی تھا، سلسلہ کا نظام معرضِ خطر میں تھا۔ جماعت کے بعض سرکردہ لوگ آپ کے مخالف تھے لیکن اس دنیا سے رخصت اس وقت ہوئے جب کہ ہر شعبہ کا انتظام بنا سنوار کر،

(بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

مستقل فیچر

نماز باترجمہ کا پہلا سبق

نماز اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ روزانہ پانچ وقت باقاعدگی سے نماز ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ نماز کو صحیح طور پر سوچ سمجھ کر اور توجہ قائم رکھتے ہوئے ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پڑھنے والے کو ان الفاظ کا صحیح مفہوم آتا ہو جو وہ نماز کے دوران اپنے منہ سے ادا کرتا ہے۔

خدام میں نماز باترجمہ جاننے کے بارہ میں بہت کمی پائی جاتی ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے ماہنامہ خالد میں نماز کا ترجمہ سکھانے کا یہ نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ قائدین کرام اور خدام سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ سے ہر ممکن طریق سے فائدہ اٹھائیں اور کوئی ایسا خادم نہ رہے جو نماز کا مکمل ترجمہ نہ جانتا ہو۔

آج اس سلسلہ میں پہلا سبق پیش کیا جاتا ہے ——— (مدیر)

نماز شروع کرنے کی نیت:-

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

یقیناً میں نے — پھیر لیا ہے — اپنی پوری توجہ کو — اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا — آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

اور زمین کو — ادھر ادھر کی راہوں سے بچتے ہوئے — اور نہیں ہوں میں — شرک کرنے والوں میں سے۔

خدام الاحمدیہ اور خدمتِ خلق

(مکرم منوّر شمیم صاحب خالد ایم اے مہتمم خدمتِ خلق خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے ساتھ بنی نوعِ انسان کو بحیثیت اشرف المخلوقات ایک واضح اور نہایت اعلیٰ و ارفع مقصد دیکر پیدا کیا۔ انسان اپنی فطرت سے مجبور باہم مل جُل کر اجتماعی تنظیم قائم کر کے اپنی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کو منضبط کرتا ہے۔ ابتداء میں انسانی معاشرے کا ڈھانچہ نہایت آسان، سیدھا سادہ اور معاشرتی رسم و رواج اور روایات کے باعث خود رَو تھا۔ آبادی مختصر ہوتی۔ لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی سے بنیادی ضروریات پیدا کر کے اپنی حوائج پوری کرتے، آپس میں ایک دوسرے کا دُکھ درد بانٹتے ہوئے پُرسکون اور ایک حد تک خوشگوار زندگی بسر کرتے لیکن جب آبادی بڑھ گئی تو ساتھ ہی لوگوں کے مسائل، ضروریات اور حاجات بھی بڑھ گئیں صنعتی انقلاب نے معاشرہ کو ایک نیا ڈھانچہ دیا۔ اس نئے ڈھانچہ میں لوگوں کو قسم قسم کے گنجلک مسائل کا سامنا کرنا پڑا صنعتی معاشرہ کے ساتھ ہی نوآبادیاتی نظام نے اپنی جڑیں مضبوط کیں، سامراجی عناصر آپس میں ٹکرائے اور جنگیں اپنے ساتھ لرزا دینے والی تباہیاں لائیں اور پھر رہی سہی کسر بیسویں صدی کی عالمی جنگوں نے پوری کر دی جو اپنے جلو میں ناقابلِ بیان مصائب و آلام اور نہ ختم ہونے والے تباہ کن اثرات لائیں جن سے اب تک چھٹکارا حاصل نہیں کیا جا سکتا چھٹکارا حاصل کرنے کی بات تو ایک طرف رہی، بنی نوع انسان پر تیسری اور شاید آخری عالمی جنگ کا خطرہ ہر آن محیط ہے جس کے نتیجہ میں جیسا کہ ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حالیہ دورۂ یورپ میں اہلِ یورپ کو متنبہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرنے میں ناکام رہے تو خدا کا قہر اس انداز میں نازل ہوگا کہ خطوں کے خطوں سے ہر نوع کی زندگی مکمل طور پر ختم ہو کر رہ جائیگی (خدا کرے کہ خدا کے اس قہر کے نزول سے قبل ہی گمراہ اقوام راہِ راست اختیار کر لیں اور مکمل تباہی سے بچی رہیں۔ آمین)۔

بیسویں صدی کا نصف آخر اپنے جلو میں بیشتر غلام علاقوں کے لئے آزادی کا پیغام لایا لیکن اس کے ساتھ ہی غم و آلام کی آندھیاں بھی چلیں جن کے اندھیروں نے ایسی ایسی سفاکیوں کو جنم دیا کہ انسانیت شرم کے باعث کہیں دُور جا چھپی۔ اس پر مستزاد یہ کہ مغرب کی بے راہرو تہذیب اپنی تمام رُوسیاہیوں کے ساتھ یلغار کرتی ہوئی مشرقی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لیکر مسخ کر رہی ہے نتیجۃً ذہنی سکون اور قلبی اطمینان جو کہ مشرق کے تصور کے ساتھ وابستہ تھا اب رخصت ہو رہا ہے اور آج ہمارا

معاشرہ گوناگوں قسم کے معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی اور اقتصادی نوعیت کے لاینحل مسائل سے دوچار ہے۔ آج مابہ الامتیاز انسانی خصوصیات خلوص، ہمدردی، غمخواری، قربانی، بھائی چارہ، باہم دکھ درد میں شرکت اور خدمتِ خلق جیسے اعلیٰ اوصاف خود غرضانہ مفاد، ناجائز خواہشات، لالچ، طمع، حرص، لوٹ کھسوٹ، ظلم کے بھاری بھرکم پتھروں تلے دب کر رہ گئے ہیں۔ آج ظاہری سامانِ آسائش اور مادی تعیش کے ذرائع تو حاصل ہیں لیکن اطمینانِ قلب، ذہنی سکون اور روحانی طمانیت جیسی بے بہا دولت انسان سے بظاہر ہمیشہ کے لئے چھن گئی معلوم ہوتی ہے لیکن کیا اس چھنی ہوئی دولت کو ہم دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟ ہاں کر سکتے ہیں اور خدامِ احمدیت اس دولت کو یقیناً دوبارہ دنیا میں عام کر سکتے ہیں۔ ضرورت صرف عزم کی ہے، مصمم ارادہ کی ہے۔ ایک معمولی کوشش سے ابتداء کیجئے اور پھر دیکھئے کہ جہاں جہاں آپ موجود ہیں آپ کے اردگرد کے ماحول میں نیکی، پاکیزگی، ہمدردی، تعاون، دلداری، غمخواری اور پیار و محبت کے سدا بہار پھول اپنے رنگ و بو سے اپنے پرائے سب کو مسحور کن کیفیت اور ماحول عطا کر رہے ہیں۔ آئیے اور اپنے وجود کے مقصد کو ہر آن مدنظر رکھتے ہوئے بنی نوع انسان کی طرف سے ہم پر جو ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں انہیں ہر حال میں پورا کرنے کا عہد کریں۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا بنی نوع انسان پر یہ ایک ناقابلِ فراموش احسان ہے کہ آپ نے دکھی انسانیت کے ویرانے کو خوشحال انسانیت میں بدل دینے کے لئے ہم نوجوانانِ احمدیت کے لئے ایسا لائحہ عمل تیار کر دیا جس پر چل کر ہم یقیناً ایک ایسا معاشرہ قائم کر سکتے ہیں جس میں ہر فرد بلا لحاظ رنگ و نسل اور مذہب و ملت سکون و اطمینان اور خوشی و مسرت حاصل کر کے اپنی زندگی کے صحیح مقصد کے قریب تر پہنچ سکتا ہے۔ ضرورت صرف اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی ہے۔

آئیے عہد کریں کہ ہم خدمتِ خلق کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ ہم جہاں کہیں بھی رہائش پذیر ہوں وہاں خدمتِ خلق کے بے شمار مواقع ہماری راہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ آپ کے پڑوس میں کوئی ضرورتمند ـــ خود نہ کہہ سکتا ہو ـــ لیکن آپ کے دستِ تعاون کا منتظر ہو۔ کوئی محتاج، کوئی حاجتمند آپ کی اخلاقی یا مادی مدد کی خواہش رکھتا ہو اور کوئی بیمار تکلیف میں مبتلا آپ کی چند منٹ کی عیادت اور مزاج پرسی کے چند الفاظ کے باعث تاعمر آپ کے احسان کو یاد کرے۔ کسی بے سہارا بیوہ یا معذور بزرگ کی ضروریات کا گاہے گاہے خیال رکھنا، موسمی ضرورت کے مطابق ناداروں کو کپڑے مہیا کرنا، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کی دیکھ بھال اور خبرگیری کرنا، بارشوں اور سیلابوں کے موسم میں بے شمار مواقع خدام الاحمدیہ سے اجتماعی خدمتِ خلق کا تقاضہ کرتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو نہ صرف انفرادی طور پر خدمتِ خلق کے کام بجا لانا ہوں گے بلکہ اجتماعی طور پر وسیع سطح پر تعمیری خدمات بھی مہیا کرنا ہوں گی۔

آخر میں خدام کی توجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے اُس خطبہ جمعہ کی طرف دلاتا ہے جو ہمارے آقا نے گزشتہ سال جنوری میں ارشاد فرمایا تھا۔ اس خطبہ میں حضور ایدہ اللہ نے بھوک اور بھوک سے پیدا ہونے والے تباہ کُن اثرات سے معاشرہ اور انسانی تہذیب و تمدن کو محفوظ رکھنے کا ایسا نسخہ بیان فرمادیا جس پر چل کر ہم بنی نوع انسان کی ایک زبردست خدمت بجالانے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کا خیال رکھے کہ اس کے ہمسایہ میں کوئی بھوکا نہ رہے، کوئی بھوک کے ساتھ رات نہ گزارے۔ یہ بھوک ہی ہے جو ملکوں میں بالآخر انقلابات، توڑ پھوڑ اور تخریب کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ خدام الاحمدیہ کے لئے یہ ایک چیلنج ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو اس چیلنج کا جواب دینا ہے۔ انشاء اللہ تمام خدام بھائی اپنے پیارے آقا کی اس خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ امر ہمیشہ نگاہ میں رکھیں کہ آپ کے ہمسایہ میں کوئی بھوک سے تکلیف نہ اٹھائے، کوئی بھوکا نہ سوئے۔ یقیناً جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا دو افراد کا کھانا تین کے لئے اور تین کا چار کے لئے بہت کافی ہوتا ہے۔ بس ایثار اور قربانی سے کام لیتے ہوئے اپنی تمام تر طاقتوں کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔

الغرض خدام الاحمدیہ کے لئے انفرادی اور اجتماعی خدمتِ خلق کے بے شمار مواقع ہر جگہ، ہر آن موجود ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو آگے بڑھ کر اور بڑھ چڑھ کر ہر نوع کی قربانیاں دے کر بنی نوع انسان کی بلا لحاظ مذہب و ملت، رنگ و نسل، خدمت کر کے اپنے فرائض سے احسن طور پر عہدہ برآ ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب خدام کو صحیح معنوں میں خدامِ احمدیت اور خدامِ انسانیت بنائے۔ آمین

سیّدنا حضرت فضلِ عمرؓ کے کارنامے

(بقیہ از صفحہ ۲۴)

ایک پائیدار نظام چلا کر دکھا دیا۔ ایک خلافت کے مسئلہ ہی کو لے لیجئے اس کو کتنا صاف کر گئے اس کو کس قدر استحکام بخش گئے کہ خلافتِ ثالثہ کے ظہور پُر فیوض پر کوئی رخنہ رونما اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ ز راہِ دُور آمدہ

مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر

جوانی

بیدار جوانی ہے تو ہر درد کا درماں
خُفتہ ہے تو خود باعثِ آزار جوانی

بیدار جوانی ہے تو قوموں کی مسیحا
خُفتہ ہے تو خود موت ہے بیکار جوانی

گہ غفلت و مستی میں ہے اک خواب کا عالم
گہ باعثِ رنگینیٔ افکار جوانی

گہ ذوقِ عمل اسکی نحوست سے ہو مُردہ!
گہ بادۂ کردار سے سرشار جوانی

گہ پائے بُتِ ناز کی روندی ہوئی دُنیا
گہ قوت و جبروت کا اظہار جوانی

گہ خود کُشیٔ و تیشۂ فرہاد کا قصہ
گہ خالد و محمود کی تلوار جوانی

گہ زور میں ہے دہر کی ہر قید سے باہر
گہ زلف کے پیچوں میں گرفتار جوانی

گہ عفت و عصمت میں ہے یوسفؑ کا نمونہ
گہ جنسِ مذلت کی خریدار جوانی

جبریلِؑ امیں لیتے ہیں بڑھ بڑھ کے بلائیں
گر گر کے سنبھلتی ہے جو' ہر بار جوانی

یارانِ ظفر! ملتِ احمدؐ کے جوانو!
یا حمزہؓ ہو یا حیدرِ کرارؓ جوانی

اقتصادیات

دنیا کے مختلف ملکوں کی قومی آمدنی

(مکرم سید اقبال محمود صاحب ۴۹۹ پیر الٰہی بخش کالونی - کراچی - ۵)

کسی ملک کی اقتصادی حالت کا اندازہ اُس ملک کی اوسط سالانہ آمدنی یعنی PER CAPITA GROSS NATIONAL PRODUCT سے لگایا جاتا ہے۔ حال ہی میں ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ امریکن کرنسی ایکسپرٹ ڈاکٹر فرین پک DR. FRANZ PICK نے دنیا کے تقریباً ستر ممالک کی اوسط قومی آمدنی کو سرکاری شرح تبادلہ (OFFICIAL EXCHANGE RATE) کے مطابق امریکی ڈالر میں تبدیل کیا تاکہ دنیا کے ترقی یافتہ (ADVANCED) اور اقتصادی طور پر پسماندہ (UNDER-DEVELOPED) ممالک کی اقتصادی حالت کا صحیح طور پر جائزہ لیا جا سکے۔

اس تحقیق کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ دنیا میں اول نمبر پر آتا ہے جس کی اوسط قومی آمدنی ۳۴۸۲ ڈالر ہے۔ خلیج فارس کی ریاست کویت دوسرے نمبر پر ہے۔ کویت کی قومی آمدنی ۲۶۹۲ ڈالر ہے جبکہ سکنڈے نیویا کا ملک سویڈن ۲۶۸۳ ڈالر تیسرے نمبر پر آتا ہے۔

ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں اسرائیل (۱۱۳۱) کا پہلا نمبر ہے۔ لیکن اگر اسرائیل کو شامل نہ کیا جائے تو جاپان (۸۵۱ ڈالر) سرِ فہرست آ جاتا ہے اسی طرح ملائیشیا (۳۰۴ ڈالر) دوسرے نمبر پر اور لبنان (۲۴۸ ڈالر) تیسرے نمبر پر ہے۔

افریقہ میں سب سے زیادہ قومی آمدنی جنوبی افریقہ (۶۲۶ ڈالر) کی ہے اس کے بعد گھانا (۲۵۸ ڈالر) کا نمبر ہے۔

جنوبی امریکہ اور لاطینی امریکہ میں سب سے زیادہ اوسط قومی آمدنی وینے زویلا (۸۷۳ ڈالر) کی ہے۔ اس ملک کے بعد برازیل (۱۴۸ ڈالر) کا نمبر آتا ہے۔

دنیا کے دوسرے ملکوں کی اوسط قومی آمدنی حسب ذیل ہے:-

ملک	آمدنی
آئس لینڈ	۲۴۸۷ ڈالر
کینیڈا	۲۴۴۷ ڈالر
سوئٹزرلینڈ	۲۳۳۸ ڈالر
ناروے	۲۰۸۰ ڈالر
ڈنمارک	۲۰۷۷ ڈالر
مغربی جرمنی	۱۹۰۷ ڈالر
نیوزی لینڈ	۱۸۹۵ ڈالر

ملک	آمدنی	
آسٹریلیا	۱۸۷۳	ڈالر
فرانس	۱۸۷۰	ڈالر
فن لینڈ	۱۸۰۷	ڈالر
بلجیم	۱۶۹۰	ڈالر
برطانیہ	۱۵۷۵	ڈالر
ہالینڈ	۱۵۲۳	ڈالر
روس	۱۳۸۱	ڈالر
آسٹریا	۱۲۵۵	ڈالر
اٹلی	۱۰۹۷	ڈالر
آئرلینڈ	۹۹۷	ڈالر
سپین	۶۵۴	ڈالر
یونان	۶۳۹	ڈالر
پرتگال	۳۷۱	ڈالر
یوگوسلاویہ	۲۵۴	ڈالر
ایران	۲۷۲	ڈالر
سعودی عرب	۲۶۶	ڈالر
ترکی	۲۶۴	ڈالر
اردن	۲۴۴	ڈالر
فارموسا	۲۲۱	ڈالر
شام	۱۶۹	ڈالر
فلپائن	۱۵۷	ڈالر
سیلون	۱۳۷	ڈالر
تھائی لینڈ اور ویت نام	۱۲۵	ڈالر
کمبوڈیا	۱۰۷	ڈالر
کوریا	۱۰۲	ڈالر
پاکستان	۸۱	ڈالر
بھارت	۷۰	ڈالر

پرتگال اور یونان کو معاشی اعتبار سے یورپ کے سب سے پسماندہ ملک سمجھا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے گنی دنیا کا غریب ترین ملک ہے جس کی اوسط قومی آمدنی صرف ۵۲ ڈالر ہے۔

ڈاکٹر پک نے یہ بھی انکشاف کیا کہ سنہ ۱۹۴۰ء کی نسبت سنہ ۱۹۶۶ء میں امریکی ڈالر کی قوت خرید (PURCHASING POWER) کم ہو کر صرف ۴۰٪ فیصد رہ گئی تھی۔

پرچہ ذہانت

ذیل میں جو پرچہ شائع کیا جا رہا ہے یہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع سنہ ۶۷ء کے موقع پر لیا گیا تھا۔ خدام کی دلچسپی کے لئے اصل پرچہ اور صحیح حل شائع کیا جا رہا ہے لیکن صحیح حل دیکھنے سے قبل اسے خود حل کرنے کی کوشش فرمائیں ——— (مدیر)

<table>
<tr><th>نمبر شمار</th><th>سوالات</th></tr>
<tr><td>۱</td><td>سامنے کے خاکہ میں خالی خانوں میں اس انداز سے ہندسے درج کریں کہ ہر طرف سے تین خانوں کا مجموعہ ۹۶ ہو۔
<table>
<tr><td></td><td></td><td>۳۱</td></tr>
<tr><td></td><td>۳۲</td><td></td></tr>
<tr><td>۳۳</td><td></td><td></td></tr>
</table></td></tr>
<tr><td>۲</td><td>دو گھوڑوں پر دو سوار جا رہے تھے۔ اُن کو ایک شخص ملا اور پوچھا کہ تم دونوں کی آپس میں کیا رشتہ داری ہے؟ ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کی ساس اور میری ساس آپس میں ماں بیٹی ہیں۔ بتائیے ان کا باہمی رشتہ کیا ہے؟</td></tr>
<tr><td>۳</td><td>ایک قدیم شہر کی کھدائی کے دوران مختلف تاریخی اشیاء دستیاب ہوئیں۔ ان میں چاندی کا ایک خوبصورت اور چمکدار سکہ بھی تھا جس پر اُس کے بنائے جانے کا سن ۲۱۱ قبل مسیح درج تھا۔ جب یہ سب اشیاء محکمہ آثارِ قدیمہ کے افسران کے پاس لائی گئیں تو افسران نے اس سکّہ کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے اور کیوں؟</td></tr>
<tr><td>۴</td><td>فرض کیجئے ایک بحری جہاز نیویارک (امریکہ) سے ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء کو پاکستانی وقت کے مطابق دس بجے صبح کراچی کے لئے روانہ ہوا۔ کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے راستے یہ فاصلہ اندازاً دس ہزار پانچ سو میل ہے۔ اگر جہاز نے دن رات میں پانچ سو میل سفر کیا ہو اور راستہ میں کہیں کھڑا بھی نہ ہوا ہو تو بتائیے کہ وہ کس تاریخ اور کس وقت کراچی پہنچا ہو گا؟</td></tr>
<tr><td>۵</td><td>کیا آپ نیلی روشنائی والے قلم سے یا پنسل سے (جس سے بھی آپ یہ پرچہ حل کر رہے ہیں) سُرخ لکھ سکتے ہیں؟ لکھ سکتے ہیں تو سامنے کی جگہ میں لکھ کر دکھائیے۔</td></tr>
<tr><td>۶</td><td>زید ایک گائے کی رسی پکڑے اس کو اپنے پیچھے پیچھے چلا کر لے جا رہا تھا۔ راستہ میں بکر ملا جس نے زید کی مدد کے طور پر گائے کے پیچھے چلنا شروع کیا اور وقتاً فوقتاً چھڑی مار کر گائے کو ہانکنے لگا۔ ایک دفعہ چھڑی زور سے لگنے</td></tr>
</table>

نمبر شمار	سوالات
	کی وجہ سے گائے سرپٹ دوڑنے لگی اور اس کی رسی زید کے ہاتھ سے چھوٹ کر پاؤں میں الجھ گئی اور گائے منہ کے بل زمین پر گری جس سے اس کے اوپر کے سامنے والے دو دانت ٹوٹ گئے۔ بتائیے آپ کے خیال میں حادثہ کی ذمہ داری زید پر عائد ہوتی ہے یا بکر پر؟
۷	۲ + ۲ × ۴ کا جواب کیا ہوگا؟
۸	ایک گم شدہ شخص کے بارہ میں معلوم ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ واقعات یوں ہیں کہ وہ ایک الگ تھلگ کمرہ میں گیا۔ تمام کھڑکیاں، دروازے اور روشندان اندر سے بند کر لئے۔ اب باہر سے اندر آنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ تھا اور نہ عملاً کوئی اندر آیا۔ لیکن اس نے ایک طریقہ سے ایک چھوٹی رسی سے اپنی گردن باندھ کر اپنے آپ کو شہتیر کے ساتھ لٹکا لیا۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا جبکہ زمین سے تین فٹ اونچا لٹکا ہوا تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ تھوڑی سی جگہ گیلی تھی۔ بتائیے وہ اپنے آپ کو تین فٹ کی بلندی پر لٹکا کر خودکشی کرنے میں کس طرح کامیاب ہو گیا؟
۹	تیتر کے دو آگے تیتر۔ تیتر کے دو پیچھے تیتر۔ آگے تیتر۔ پیچھے تیتر۔ بتائیے کل کتنے تیتر ہوئے؟
۱۰	ایک بڑھیا آنے کے تین سنگترے اور دوسری ایک آنے کے دو سنگترے بیچا کرتی تھی۔ دونوں روزانہ تیس تیس سنگترے بیچتی تھیں۔ ایک دن آنے کے دو سنگترے بیچنے والی بڑھیا بیمار تھی اس نے دوسری بڑھیا سے کہا کہ آج میرے تیس سنگترے بھی تم بیچ دو۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے"۔ اور اپنے آنے کے تین اور اس کے آنے کے دو سنگترے ملا کر دو آنے کے پانچ سنگترے بیچنے شروع کئے۔ کل ساٹھ سنگترے تھے جن کی قیمت ۲۴ آنے وصول ہوئی۔ شام کو اس نے اپنے تیس سنگتروں کی قیمت آنے کے تین سنگتروں کے حساب سے ۱۰ آنے خود رکھ لی اور بقیہ ۱۴ آنے دوسری بڑھیا کو دیئے۔ اس بڑھیا نے کہا کہ تم ایک آنہ کم دے رہی ہو میرے سنگتروں کی قیمت ۱۵ آنے بنتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک آنے کے تین اور ایک آنے کے دو سنگتروں کو دو آنے کے پانچ سنگتروں کے حساب سے بیچنے سے ایک آنہ کا یہ فرق کیوں پیدا ہوا؟

(جوابات ص ۳۵ پر)

مستقل فیچر

الفاظ کا صحیح تلفّظ

زبان خواہ کوئی ہو، الفاظ کی صحیح طور پر ادائیگی یکساں اہمیت کی حامل ہے۔ عربی زبان جو امّ الالسنہ (سب زبانوں کی ماں) ہے اس پہلو سے سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس کے بہت سے الفاظ محض اعراب کی تبدیلی سے بنتے ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی حرف کے معنے اعراب کی تبدیلی سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ جب تک اعراب کا صحیح علم نہ ہو عربی زبان کا استعمال اور اس سے استفادہ ناممکن ہے۔ یہی کیفیت انگریزی زبان کی ہے۔ اس میں بھی الفاظ کا صحیح تلفّظ بے حد اہمیت کا حامل ہے اگر ہم کسی لفظ کو غلط طور پر ادا کریں تو عین ممکن ہے کہ ماہرین زبان اس سادہ سے لفظ کو بھی نہ سمجھ سکیں اور یہ خیال کریں کہ ہم کوئی اجنبی زبان بول رہے ہیں۔

ہماری قومی زبان —— اُردو —— بھی اس لحاظ سے بڑی توجہ کی مستحق ہے۔ اُردو کے الفاظ بھی صحیح ادائیگی کے اتنے ہی محتاج ہیں جتنے کسی اَور زبان کے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم اپنا مفہوم بیان کرنے کے لئے اُردو زبان کے الفاظ صحیح طور پر ادا کرنے کی حد درجہ احتیاج رکھتے ہیں۔ الفاظ کو صحیح طور پر ادا کرنا ہی تلفّظ کہلاتا ہے۔

مقصد اس ساری تمہید سے اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ الفاظ کا صحیح تلفّظ بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے بغیر ہم کوئی بھی زبان نہ سیکھ سکتے ہیں اور نہ استعمال کر سکتے ہیں۔

اُردو زبان میں استعمال ہونے والے الفاظ کے —— خواہ وہ بنیادی طور پر کسی اَور زبان کے الفاظ ہی کیوں نہ ہوں —— صحیح تلفّظ سے قارئین کو آگاہ کرنے کے لئے ماہنامہ خالد میں یہ نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ سلسلہ قارئین کو پسند آئے گا اور ان کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مستند مواد اشاعت کے لئے ارسال کریں تا دوسرے پڑھنے والے اس کی روشنی میں اصلاح کر سکیں۔

آج اس نئے سلسلہ کے آغاز کے طور پر ہم چند ایسے الفاظ کا صحیح تلفّظ بتاتے ہیں جو جماعت احمدیہ کے ماحول میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں —— (مدیر)

۱۔ حضرت خَلِیْفَۃُ الْمَسِیْحِ الثَّالِثْ (ایدہ اللہ)
—— صحیح تلفظ ہے۔ اس لفظ کو حضرت خلیفۃ المسیحُ الثّالث یا حضرت خلیفۃ المسیحِ الثالث یا کسی اور طرح پڑھنا درست نہیں ہے۔ المسیح کا لفظ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہی ہوگا۔ اس مثال کی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پڑھنا چاہیئے۔

۲۔ اَطْفَالُ الاحمدیّہ —— اطفال کو الف کی زبر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

۳۔ لجنہ اِمَاءِ اللہ ---- (اللہ کی بندیوں کی تنظیم) ---- اِمَاء اَمَۃٌ کی جمع ہے اور یہاں مضاف الیہ ہے۔ اس وجہ سے ہمزہ کے نیچے زیر ہونی چاہیئے۔ یعنی لجنہ اِمَاءِ اللہ نہ کہ لجنہ اَمَاءُ اللہ۔

۴۔ مُتَوَفِّی —— اس لفظ کے معنے ہیں وفات دینے والا۔ اور یہ صرف خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔ وفات یافتہ کے معنوں میں اس کی بجائے مُتَوَفّٰی کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔ وفاتِ مسیح کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

۵۔ مُسَمّٰی —— یہ لفظ اس شخص کے بارہ میں بولا جاتا ہے جس کا نام رکھا گیا ہو۔ مثلاً زید، بکر وغیرہ۔ اس لفظ کی بجائے مُسَمّیٰ کہنے سے مفہوم یکسر بدل جاتا ہے اور ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

جوابات پرچہ ذہانت

۱۔

۳۲	۳۳	۳۱
۳۱	۳۲	۳۳
۳۳	۳۱	۳۲

اس سوال کے اور حل بھی ممکن ہیں۔

۲۔ خسر اور بہو —— (اور حل بھی ممکن ہیں)

۳۔ افسران کا خیال درست ہے کیونکہ کسی سکہ پر قبل مسیح کے الفاظ درج ہونا ممکن نہیں ہیں۔

۴۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۶۲ء (ڈیٹ لائن عبور کرنے کی وجہ سے ایک دن کا اضافہ ہو جائے گا)

۵۔ اسی قلم سے "سرخ" کے الفاظ لکھنے کیا مشکل ہیں۔

۶۔ سوال ہی غلط ہے۔ گائے کے سامنے اوپر والے دانت نہیں ہوتے۔

۷۔ ۱۰

۸۔ برف کی بڑی سِل پر کھڑا ہو کر پھندہ گلے میں ڈالا۔ برف پگھل جانے پر لٹک کر مر گیا۔

۹۔ تین تیتر

۱۰۔ ایک آنے کے دو اور ایک آنے کے تین کے مقابل پر دو آنے کے پانچ کی نسبت حساب کے لحاظ سے برابر نہیں ہے اس وجہ سے یہ فرق پڑا ہے۔

سیر و سیاحت

نمک کی دُنیا

(مکرم جناب منظور احمد صاحب جھنگ صدر)

پچھلے دنوں خاکسار کو محکمانہ ٹریننگ کے سلسلہ میں چکوال جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں چند اور دوست بھی محکمہ کی طرف سے ٹریننگ حاصل کرنے کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ جن کے ساتھ چند ہی دنوں میں میرے گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ ہمارے انچارج جناب ڈاکٹر چوہدری محمد رفیق صاحب تھے۔ ایک روز دورانِ ٹریننگ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہمیں فرمایا کہ حُسنِ اتفاق سے آپ یہاں آئے ہوئے ہیں چلیں ایک دن کھیوڑہ میں نمک کی کان کی سَیر کر آئیں۔ ہم سب فوراً رضامند ہو گئے۔

چنانچہ ماہ اکتوبر کی پانچ تاریخ کو سَیر کا پروگرام بنایا۔ اس دن ہم سب علی الصبح اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ہم سب نے ناشتہ کیا اور سیر کے لئے چل دیئے۔ بڑا خوشگوار موسم تھا۔ بادِ نسیم کے ٹھنڈے جھونکے دل کو انبساط اور تازگی بخش رہے تھے۔ اور ہم سب دوست مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے۔

ہم پانچ دوست، دو ڈاکٹر صاحبان اپنے انچارج صاحب کی معیت میں ۹ بجے ٹھیک بس میں سوار ہوئے۔ ہماری بس براستہ چوآ سیدن شاہ روانہ ہوئی۔

آنِ واحد میں ہماری بس نے میدانی علاقہ طے کر کے پہاڑی علاقے کی طرف چڑھائی شروع کر دی نصف گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہماری بس پہاڑ کے دامن میں سے پیچ کاٹتی ہوئی روانہ ہوئی۔ اب ہمارے دونوں طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے جن کی سر بفلک چوٹیاں سبزہ زار، گھاس اور جڑی بوٹیوں سے اٹی پڑی تھیں۔ یہ منظر بڑا دلکش و دلفریب تھا اور قدرت کی کاریگری کا عجب تماشہ ہم اپنی نظروں سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ یہ پہاڑ کہیں سرسبز تھے اور کہیں خشک تھے۔ بعض جگہوں پر پہاڑ سیاہ رنگ کے تھے تو بعض جگہوں پر بالکل سُرخ اور کہیں کہیں سفید رنگ کے پہاڑ عجیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔

ہمارا یہ سفر ½ ۱ گھنٹہ تک یونہی پہاڑوں کے دامن کے ساتھ ساتھ طے ہوا بالآخر ہماری بس چوآ سیدن شاہ کے علاقہ میں پہنچی۔ اِس علاقہ میں بکثرت چشمے پائے جاتے ہیں جن میں رنگ برنگ مچھلیاں تیرتی ہوئی بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اِن چشموں کا پانی صاف شفاف ہے جس کی وجہ تہہ تک پڑی ہوئی چیز صاف نظر آتی ہے۔ بس تھوڑی دیر کے لئے یہاں ٹھہری رہی۔ چنانچہ ہم اِن چشموں کے دلفریب منظر

سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے اصل سفر پہ روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر پہاڑی سفر شروع ہو گیا۔ اس جگہ کافی موڑ تھے اور پہاڑوں پر سڑک سانپ کی طرح بل کھاتی جا رہی تھی۔ آخر کئی گھنٹے کے سفر کے بعد بس نے ہمیں کھیوڑہ کے اڈہ پر لا اُتارا۔

ہم بس سے اُتر کر سیدھے مینیجر صاحب سالٹ مائینز (Manager, Salt Mines) کے دفتر روانہ ہوئے اور اُن سے اجازت نامہ حاصل کر کے کھیوڑہ کی کان کے بڑے دروازے کی طرف کا رُخ کیا۔ یہاں محکمہ ہذا کے انچارج لائیٹ کوٹلے اور کان کے اندر جانے کے متعلق کہا۔ جواباً انہوں نے بتایا کہ آپ کان کے اِس راستے سے دو گروپ کی شکل میں اندر جا سکتے ہیں کیونکہ اِس راستے ٹرالی کے ذریعہ اندر جانا پڑتا ہے اور بیک وقت چار آدمی ہی اندر جا سکتے ہیں۔ اِس بات کو سُن کر ہم چند منٹ کے لئے خاموش ہوگئے۔ جس پر فوراً ہی اُنہوں نے ہماری اِس خاموشی کو توڑتے ہوئے جواب دیا کہ آپ اگر مناسب سمجھیں تو آپ کو کان کے دوسرے راستہ کے ذریعہ بھی اندر جانے کی اجازت مل سکتی ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہاں سے آپ سب اکٹھے اندر جا سکیں گے اور جلد ہی انتظام ہو سکے گا۔ چنانچہ ہم نے ان کے کہنے پر دوسرے دروازے کا رُخ کیا اور اپنا وقت ضائع کئے بغیر پہاڑ کے دامن سے چکر کاٹ کر تھوڑی دیر میں کان کے دوسرے دروازے پر پہنچ کر ٹائم کیپر گیٹ کو ملے۔ انہیں اپنا اجازت نامہ دکھا کر ہم نے کان کے اندر جانے کے متعلق کہا۔ انہوں نے جلد ہی ہمیں کان کے اندر جانے کے لئے ایک گائیڈ کا انتظام کر دیا۔ یہ گائیڈ اپنے ہاتھ میں ایک خاص قسم کی شمع رکھتا ہے جسے کان میں پہنچ کر بوقت ضرورت روشن کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ کان میں بہت اندھیرا ہوتا ہے اور بعض بعض جگہوں پر تو اِس قدر تاریکی ہوتی ہے کہ بغیر روشنی کے راستہ سوجھائی نہیں دیتا۔ القصہ ہم سب پارٹی کے ممبراس گائیڈ کی ہمراہی میں کان کے اندر داخل ہوئے اور فوراً ہی گائیڈ نے اپنی شمع روشن کر لی اور ہمیں راستہ دکھانے کے لئے ہمارے آگے آگے روانہ ہوا۔ پانچ چھ منٹ کے بعد ہم کان کے اندر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر ہم نے کان کے اِرد گرد دیکھا تو ہمیں دُور تک ریلوے لائن نظر آئی۔ کان کا یہ سب سے لمبا راستہ ہے جو میلوں میل کان کے اندر ہی اندر چلا گیا ہے۔ اِسی راستے ایک میڈیم سائز مال گاڑی نمک سے لدی ہوئی ہمارے سامنے سے گزری۔ نمک بالکل صاف شفاف تھا اور شیشے کی طرح چمکتا تھا۔ اِس راستے چونکہ مال گاڑی اور ٹرالی وغیرہ گزرتی رہتی ہے اِس لئے اِس راستہ پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر تیز روشنی کے بلب ہر وقت روشن رہتے ہیں۔ کان میں جو گاڑی نمک لیکر باہر جاتی ہے یہ بجلی کے ذریعہ چلتی ہے۔ پہلے پہل یہ گاڑیاں کوئلے کے ذریعے چلتی تھیں جس کی وجہ سے کان کے اندر تمام چھتیں دھوئیں کی وجہ سے سیاہ ہو جاتی تھیں لیکن اب چونکہ یہ گاڑیاں بجلی کے ذریعہ چلتی ہیں

اس لئے چھتیں سیاہ نہیں ہوتیں

گاڑی کے گزرنے کے بعد گائیڈ نے ہمیں کان کے تمام نقشہ سے متعارف کرایا اور کان کے اندر آگے لے جانے سے قبل ہمیں تمام مقامات سے متعلق بالتفصیل بتایا کہ کان میں کیسے کیسے مقامات ہیں۔ نیز کان میں مختلف راستے ہیں۔ ان مختلف راستوں کو مختلف بازاروں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان راستوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) بانو بازار (۲) لنڈا بازار (۳) انار کلی بازار۔

گائیڈ نے ہمیں مذکورہ بالا تمام راستے علی الترتیب دکھائے۔ ان تمام راستوں میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نمک کی کھدائی کرنے کے بعد حاصل شدہ نمک کے ٹکڑوں کو ایک محفوظ جگہ پر سٹور کیا گیا ہے یہ تمام نمک مال گاڑی کے ذریعہ اس کان سے باہر ملک کے مختلف حصوں میں سپلائی کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

کان کے اندر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر تالاب ہیں۔ ان تالابوں کی تعداد چالیس کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہ تمام کے تمام تالاب قدرتی چشموں کے ذریعہ بن گئے ہیں۔ ان چشموں کے گرد حفاظت کے لئے جنگلے بنا دیئے گئے ہیں اور اس جگہ ایک مربع کی شکل میں کھدائی کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان چشموں نے تالاب کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ان چشموں میں پانی ہر وقت جمع رہتا ہے۔ کان میں لوہے کے پائپ بھی بنائے گئے ہیں۔ ان پائپوں کے ذریعہ چشموں یعنی تالابوں کا پانی کان سے باہر بھیجا جاتا ہے۔ یہ پانی سخت نمکین اور کڑوا ہوتا ہے۔ اس پانی میں نمک اس مقدار میں تحلیل ہو چکا ہے کہ یہ پانی سیچوریٹڈ سلیوشن کی شکل اختیار کر گیا ہے جس کو اگر تھوڑی دیر کے لئے ہتھیلی پر رکھ کر دیکھا جائے تو یہ پانی جلد ہی نمک بن جاتا ہے۔

مختلف جگہوں کی سیر کرانے کے بعد گائیڈ ہمیں ایک بہت ہی خوبصورت کمرے میں لے گیا۔ اسے "شیش محل" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ جگہ بہت ہی خوبصورت اور جاذب نظر ہے۔ شیش محل کی دیواریں بہت ملائم ہیں۔ اگر ہاتھ سے ان دیواروں کو چھوا جائے تو ہاتھ پھسلتا ہے۔ ان دیواروں میں نمک کی رنگت مختلف ہے۔ جب گائیڈ نے اپنی شمع ان دیواروں پر رکھ کر ہمیں کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو کر دیکھنے کے لئے کہا تو جوں جوں گائیڈ شمع کو دیوار کے ساتھ آگے پیچھے کر کے رکھتا تھا تو ہر بار نمک مختلف رنگ اختیار کرتا تھا۔ اس کمرے کا یہ دلفریب نظارہ قدرت کی کاریگری کی داد دے رہا تھا۔

شیش محل دیکھنے کے بعد ہم ایک پل پر پہنچے اس پل کا نام "پل صراط" ہے۔ یہ پل بھی نمک کا ہی بنا ہوا ہے۔ پل کے دونوں طرف تالاب ہیں۔ اس پل پر حفاظت کے لئے دونوں طرف مضبوط جنگلے لگائے گئے ہیں۔ یہ جگہ بہت وسیع ہے۔ یہاں اگر آہستہ آہستہ بھی باتیں کریں تو آواز گونجتی ہے۔ پل پر سے گزرنے کے بعد ہم ایک ایسی جگہ گئے جہاں نمک کے پانی کے

قطرے چھت سے زمین پر گرتے تھے۔ ان قطروں کو "نمکِ عرش" کہتے ہیں۔ اسی طرح فرش پر قطرے گرنے کی وجہ سے ان قطروں نے ایسی شکل اختیار کر لی ہے کہ یہ قطرے بالکل خشک ہو کر ٹھوس نمک بن گئے ہیں اور انہوں نے زمین پر اُبھرنے کے بعد ایک مخروطی شکل اختیار کر لی ہے۔ انہیں "نمکِ فرش" کہتے ہیں۔ ان دونوں کا درمیان سے آپس میں ملاپ ہو گیا ہے اور یہ سفید دھودیے رنگ کا نمک فاصلہ پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے ایک خوبصورت پھول کی مانند نظر آتا ہے۔

یہ مثل مشہور ہے کہ "ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد"۔ لیکن جب ہم کان کے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں گائیڈ نے ہمیں ایک لکڑی کا بڑا ٹکڑا دکھایا جو کہ نمک کی دیوار میں دھنسا ہوا تھا تو ہمیں یہ مذکورہ کہاوت غلط یا صحیح ہونے میں شبہ پیدا ہوا۔ جب گائیڈ نے دیا سلائی کے ذریعہ اس لکڑی کو جلا کر دکھایا تو اس میں سے دھواں پیدا ہوا۔ یہ تماشہ دیکھ ہم تمام از حد حیران ہوئے کہ اس کان میں جبکہ ہر جگہ نمک ہی نمک ہے تو یہ لکڑی کہاں سے آ گئی۔

اس مقام سے ہٹ کر گائیڈ نے ہمیں وہ مقام بھی دکھایا جہاں مزدور کان سے نمک کی کھدائی کا کام کر رہے تھے۔ گائیڈ نے ہمیں وہ سامان بھی دکھایا جس کے ذریعہ نمک کھودا جاتا ہے۔ جس جگہ سے نمک کی کھدائی ہوتی ہے وہاں سے نمک کے ٹکڑے منوں کے حساب سے گرائے جاتے ہیں۔ ان ٹکڑوں کے فرش پر گرنے اور رگڑ لگنے کی وجہ سے فرش پر کافی مقدار میں بہت ہی باریک نمک کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ اس نمک کو الگ جمع کر لیا جاتا ہے۔ جس جگہ سے نمک کی کھدائی کا کام ختم ہو جاتا ہے اُس جگہ کو اس حساب سے صاف کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہال کمرہ کی مانند نظر آتا ہے۔ اس کان میں اسی قسم کے کوئی ۵۰۰ کے قریب کمرے ہیں۔

کان میں جو مزدور وغیرہ کام کرتے ہیں انہیں ہر وقت اپنے ساتھ ایک شمع رکھنی پڑتی ہے۔ جو مزدور کان میں داخل ہوتا ہے باہر ٹائم کیپر گیٹ پر ایک ملازم ان مزدوروں کی حاضری کا ریکارڈ جمع رکھتا ہے۔ اس کی یہ بھی ڈیوٹی ہے کہ وہ ہر مزدور کا خیال رکھے کہ کون کون سے مزدور اندر ہیں اور کون کون سے اپنا کام ختم کر کے باہر آ گئے ہیں۔

نمک کی یہ کان ماہ اگست میں ایک مہینے کیلئے بند رہتی ہے کیونکہ اس موسم میں بوجہ برسات کان کے اندر پانی رِسنا شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے مزدوروں کے لئے اس موسم میں کام کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اس لئے ایک ماہ کے لئے مزدوروں کو بھی چھٹی دے دی جاتی ہے۔

الغرض ہم کافی دیر تک اس کان میں سیر کرتے رہے اور مختلف مقامات دیکھنے کے بعد گائیڈ کے ہمراہ کان کے دروازہ سے باہر آئے۔ اب کافی دیر ہو چکی تھی اسلئے ہم نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تقریباً ۲ بجے ہم نے چکوال کی واپسی کیلئے بس پکڑی اور ۴½ بجے ہم سب بخیر و عافیت واپس منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

ملک منور احمد صاحب بھیرہ

پیغامِ حق پہنچانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے شیدائی ہر ممکن طریقہ سے اس پیغام کی اشاعت کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں مجھے ایک عجیب اور کامیاب طریقہ دیکھنے کا موقعہ ملا جو مَیں بیان کرتا ہوں۔

گزشتہ اپریل کی بات ہے میں ایف۔ اے کا امتحان دینے سرگودھا گیا۔ جب وہاں پہنچا تو اُس وقت سورج غروب ہونے کو تھا۔ مَیں سرگودھا کے گورنمنٹ کالج کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں واقع ہے مگر میرا یہ پختہ ارادہ تھا کہ مَیں ابھی کالج دیکھ لوں تاکہ صبح کے وقت مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ مَیں وہاں کے مقیم باشندوں سے پوچھتے پوچھتے گورنمنٹ کالج جا پہنچا۔ جب میں کالج کے گیٹ میں داخل ہوا تو سات بج چکے تھے اور مَیں اپنی جائے رہائش سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔

الغرض مَیں اپنی سیٹ وغیرہ دیکھ کر واپس روانہ ہوا۔ سڑک پر ہر طرف اندھیرا تھا۔ مَیں خاموشی اور تیز رفتاری سے اُس تاریکی کو چیرتے ہوئے اپنی جائے رہائش کو جا رہا تھا۔

مَیں کسی سوچ میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک کار میرے پاس آکر رُکی۔ اُس کار کا مالک کار سے باہر آیا۔ وہ ایک سفید ریش، صحت مند اور رحمدل انسان تھا۔ اُس کے چہرے پر نُور کی بارش ہو رہی تھی۔ مجھ سے پوچھا بیٹا کہاں جاؤ گے؟ مَیں نے اُن کو سب واقعہ بتایا۔ اُنہوں نے کہا آئیے میری کار میں تشریف رکھیئے مَیں آپ کو آپ کی جائے رہائش تک پہنچا دیتا ہوں۔ جب مَیں کار میں داخل ہوا تو اس کے اندر مزید دو آدمی اور ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ مَیں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اب کار بھر گئی تھی۔ کار کچھ وقت کے بعد میری منزلِ مقصود کے پاس آکر رُکی۔ مَیں نے اُن کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا بیٹا! شکریہ کی کوئی بات نہیں یہ تو میرا فرض تھا سو مَیں نے آپ کو آپ کی جائے رہائش تک پہنچا دیا ہے اب مَیں آپ تک ایک پیغام پہنچاتا ہوں۔ مَیں نے بڑی خوشی سے کہا وہ کونسا پیغام ہے۔ انہوں نے اپنے بکس سے جماعت احمدیہ کا لٹریچر نکالا اور پیش کیا۔ اور کہا آپ اِن کتب کا نہایت خلوصِ دل سے مطالعہ کریں۔ یہ دیکھ کر میرا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا۔ مَیں نے بے ساختہ کہا کیا احمدی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ مَیں نے اُن کو بتایا کہ مَیں بھی احمدی ہوں۔ اس کے بعد ہم

آپس میں بغلگیر ہو گئے انہوں نے مجھے کہا کہ میں لاہور سے کبھی کبھی اپنے کاروبار کے سلسلے میں یہاں آتا ہوں اور ہمیشہ تبلیغ کے لئے یہی طریقہ اختیار کرتا ہوں۔ دوسرے جو دوست میری کار میں بیٹھے ہیں میں نے اُن میں سے ایک کو لاہور شہر سے کار میں بٹھایا اور دوسرے بچہ اور اُس کے والد کو لاہور سے ذرا آگے نکل کر بٹھایا ہے۔ آؤ ہم مل کر اِن کو اُن کے گھر تک پہنچا آئیں۔ میں رضامند ہو گیا۔ ہم نے اُن کو اُن کے گھر پہنچا دیا اور کار کے مالک نے اُن کو بھی احمدیت کا لٹریچر دینے کے بعد اپنا تعارف کرایا۔

انہوں نے اس کے جواب میں کہا:۔

"اگر آپ جیسے لوگ جماعت احمدیہ کے فرد ہیں تو ہم بے روک ٹوک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خدائی تحریک ہے۔ اس جماعت کے افراد کا طرزِ عمل بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی مانند ہے۔"

یہ کلمات کہہ کر انہوں نے بیعت کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ ان کو الوداع کہہ کر ہم اسی کار میں ایک ہوٹل پہنچے اور مل کر کھانا کھایا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ گئے اور کہا کہ میں کل واپس لاہور روانہ ہو جاؤں گا آپ میرے لئے دعا کریں۔

ہم پھر آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اُنہوں نے مجھے خدا حافظ کہا اور چلے گئے۔

دوسرے دن میں نماز فجر ادا کرنے کے لئے سرگودھا شہر کی مسجد احمدیہ میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تینوں افراد جو کل شام میرے ساتھ اس نیک دل احمدی کی کار میں سوار تھے احمدیہ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے !!

ایک یادگار محفل

(بقیہ صفحہ ۴۳)

کو منظم کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے لیکن اخلاص میں وہ کسی طرح بھی یہاں کے خدام سے کم نہیں!

آخر میں صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے تینوں بزرگوں کا مجلس کی طرف سے اور مبلغین کی طرف سے مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ اُنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مبلغین کے حالات جو معلوماتی ہونے کے علاوہ ایمان افروز بھی ہوتے ہیں کسی جلسہ عام میں سُنے جائیں!

ابھی محترم میاں صاحب تقریر فرما ہی رہے تھے کہ اللہ اکبر کی صدا آئی اور اس کے ساتھ ہی سب حاضرین نے روزے افطار کئے۔ افطار کے دوران چائے نے جسم کو اور مبلغین کی صحبت نے رُوح کو سرور عطا کیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی اس سنجیدہ اور پُر لطف محفل کا اختتام دُعا سے ہوا۔ جب سب خدام رخصت ہوئے تو اُنکے چہروں پر انجانی منزلوں تک پہنچنے کے عزائم

ملک افضل حسین صاحب

ایک یادگار محفل

۲۵ر دسمبر ۱۹۶۷ء کی شام تھی، ٹھنڈی اور بے کیف۔ مغرب کی جانب دور افق پر سیاہ بادلوں کی ٹولیاں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ اس سرد موسم میں زمانہ حاضر کے اکثر نوجوان عیش پرستی میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس کا موقع انہیں ہوٹل سے بہتر کسی جگہ نہیں مل سکتا۔ میں نے ایک ہوٹل کے باہر چند نوجوانوں کا مختصر سا مجمع دیکھا تو میرا تاثر یہ تھا کہ یہ صاحبان بھی شاید وقت کے "تقاضوں" کو پورا کر رہے ہیں۔ میرے دل میں انہیں قریب سے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ ان کے اندر جانے کے بعد میں بھی اندر چلا گیا۔ ہوٹل کے ایک حصہ میں چند میزیں ایک قطار میں آراستہ تھیں۔ ان پر پیالیاں سلیقے سے سجی ہوئی تھیں۔ ضرور کوئی پارٹی ہونے والی تھی۔ میں ایک کونے میں جا بیٹھا اور دیکھنے لگا کہ اب کیا ہوتا ہے ــــ!

تھوڑی دیر بعد کرسیاں پُر ہونی شروع ہو گئیں۔ میں نے ہر نوجوان کے چہرے کو غور سے دیکھا اور دریائے حیرت میں غرق ہو گیا کہ ان کے چہروں پر غازے کی سُرخی کی بجائے تقدس کا نور جھلملا رہا تھا! کم از کم پچیس تیس نوجوان تو ضرور ہوں گے لیکن کیا مجال کہ ذرا بھی شور یا طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا! اچانک وہ سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ تین بزرگ جن کے چہروں پر تجربے کی پختگی، علم کا نور اور ایک عجیب قسم کی طمانیت پھیلی ہوئی تھی ایک جواں سال سلجھے ہوئے فرد کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرات حال ہی میں اشاعتِ اسلام کے فریضہ کو مکمل کر کے وطن تشریف لائے ہیں۔ ان میں ایک بزرگ کا اسم گرامی مکرم مولانا محمد منور صاحب، دوسرے کا مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب اور تیسرے مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بنگالی تھے۔ ان کے ساتھ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تھے۔ یہ پارٹی ان مبلغین کے اعزاز میں مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ نے دی تھی۔

جب سب دوست اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تو صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ وہ جگہیں جہاں عموماً معاشرے کو متعفن کرنے والی بُرائیاں پیدا ہوتی اور پھیلتی ہیں وہاں اس قسم کی سنجیدہ اور علمی محفل کا انعقاد بڑی حیرت انگیز چیز ہے۔ میرا دل ان خدام کے لئے محبت کے جذبات سے بھر گیا جو کانٹوں میں ایک نئی اور اچھی راہ بنا رہے ہیں۔

مجلس کا آغاز عظیم کتاب یعنی قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت کے بعد ایک صاحب اُٹھے اور اپنے دل

کی دھڑکنوں کو الفاظ کی صورت میں پیش کرنے لگے۔ انہوں نے تینوں بزرگوں کی خدمات کو رشک کے جذبات سے سراہا اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے یہ دعوت قبول کی۔ ان کے الفاظ سن کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں حاضر سب خدام کے جذبات ان میں شامل ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی۔!

سپاسنامہ کے بعد مکرم مولانا محمد منور صاحب نے جو تاریک براعظم میں اسلام کی ضیاء پھیلا کر تشریف لائے ہیں خدام کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اسلام کی تبلیغ کی جو سعادت اُن کے حصہ میں آئی ہے وہ اُن کی خوش نصیبی ہے! انہوں نے نوجوانوں کے ایمانوں کو تازہ کرتے ہوئے ایک واقعہ بھی بیان کیا جو اسلام کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تنزانیہ کے شہر "موکوبو" میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب تھے انہوں نے کہیں احمدی مشنری سے ایک حوالہ طلب کیا۔ احمدی مبلغ کے پاس اُس وقت مطلوبہ کتاب موجود نہ تھی۔ اس پر ان مولوی صاحب نے مشہور کر دیا کہ احمدی ہار گئے ہیں۔ ان مولوی صاحب کو دار السلام سے لکھا گیا کہ وہ یہاں تشریف لائیں اور بحث کر لیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس تو کرایہ نہیں ہے چنانچہ انہیں کرایہ اور سفر خرچ بھیجا گیا۔ مولوی صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ اب ہم احمدیوں کو وہاں بھی ہرا دیں گے اور اس طرح احمدیت افریقہ میں (نعوذ باللہ) نیست و نابود ہو جائے گی۔ وہ مولوی صاحب وہاں تشریف لائے۔ احمدی مبلغ نے انہیں ان کا مطلوبہ حوالہ نکال کر پیش کر دیا۔ وہ لاجواب ہو گئے۔ احمدی مشنری نے ان سے کہا کہ اب یا تو بیعت کریں اور یا بحث کریں۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ "موکوبو" میں مولویت کے دم سے میری روزی لگی ہوئی ہے میں بھوکا نہیں مرنا چاہتا اس لئے بیعت نہیں کر سکتا لیکن اب میں مخالفت نہیں کروں گا ــــ! مولانا منور صاحب نے مزید فرمایا کہ اب ایک سال کا عرصہ ہوا وہ مولوی صاحب سلسلہ کی مخالفت نہیں کر رہے اور اس طرح وہاں احمدیت کی راہ ہموار ہو گئی۔

مکرم مولانا محمد منور صاحب کے خطاب کے بعد مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب اُٹھے۔ انہوں نے مجلس خدام الاحمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ روزہ کھلنے کا وقت قریب تھا حافظ صاحب نے صرف شکریہ پر ہی اکتفاء کیا۔

پھر مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بنگالی نے خدام سے باتیں کیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ صرف اللہ کا فضل ہے کہ اس نے پینسٹھ سال کی عمر میں تبلیغ اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ مکرم ماسٹر صاحب امریکہ سے واپس آئے ہیں۔ آپ نے امریکہ کے خدام کا ذکر کرتے ہوئے چند دلچسپ حقائق سے ربوہ کے خدام کو آگاہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ امریکہ کے خدام چاہتے ہیں کہ وہ روحانی منازل بھی اسی طرح طے کر جائیں جس طرح لفٹ کے ذریعہ کسی بلند عمارت کی سب سے اُوپر والی منزل پر چشم زدن میں چڑھ جاتا ہے! نیز انہوں نے بتایا کہ امریکہ کے احمدی نوجوان ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں۔ کبھی اس شہر میں کبھی اُس شہر میں۔ اس وجہ سے اُن

خدام الاحمدیہ کے صفحات

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی مساعی

(خالد کے نامہ نگار خصوصی اخوند ریاض احمد صاحب کے قلم سے)

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کا ہفتۂ صفائی

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کا ہفتۂ صفائی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو گیا۔ ہفتۂ صفائی کے دوران میں خدام نے خطرناک کیڑوں مکوڑوں اور مچھروں کا قلع قمع کرنے کے لئے دو سو سے زائد مکانات میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی اور مچھر مار تیل کا سپرے کیا۔ نالیوں اور گڑھوں میں فینائل بھی چھڑکی گئی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ نالیاں کم از کم پانچ ہزار مکانات کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ اکثر علاقوں کے اراکینِ بنیادی جمہوریت نے مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کے اس کام کی تعریف کی اور کہا کہ اگر نوجوانوں کی ایسی تنظیمیں میدان میں اتر آئیں تو قومی سطح پر صفائی کی مہم کامیاب ہو سکتی ہے۔

ہفتۂ صفائی کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ مجلس کے اراکین نے عوام میں کوٹ کالر کیلئے خوبصورت بٹن تازہ پھولوں سے بنا کر تقسیم کئے۔ ان کے ساتھ رنگین کارڈوں پر صفائی کی تلقین کے بارے میں فقرات لکھے ہوئے تھے۔ عوام سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ ان پھولوں کو پاکیزگی کی علامت کے طور پر لیں اور اپنے گھر، گلی کوچوں اور محلوں کو صاف ستھرا رکھ کے بیماریوں سے محفوظ رہیں۔

اخبارات میں مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی اس کوشش کی خبریں شائع ہوئیں۔ "امروز" نے جمعہ ۸ر دسمبر کی اشاعت میں قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی یہ اپیل شائع کی کہ خدام اور عوام ہفتۂ صفائی کے سلسلے میں تعاون کریں۔ ۱۹ر دسمبر کی اشاعت میں لوکل اخبار "نوائے ملتان" نے ہفتۂ صفائی کے بارے میں تفصیلی خبر نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی لائبریری کا قیام

۸ر دسمبر ۶۵ء کو بعد نماز جمعہ مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی لائبریری کا افتتاح مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع ملتان نے قائد مجلس محمد انور ہاشمی صاحب کے نام قرآن مجید کے اجراء سے کیا۔ مجلس ملتان کی اس لائبریری میں فی الحال کتب کی کل تعداد پینسٹھ ۶۵ ہے اور یہ تمام کتابیں خدام نے عطیہ کے طور پر لائبریری کو دی ہیں۔

نشتر میڈیکل کالج کے احمدی طلباء کو استقبالیہ اور الوداعی پارٹی

۲ر دسمبر ۶۵ء کی شام کو بعد نماز عصر قائد مجلس خدام الاحمدیہ محمد انور ہاشمی صاحب نے اپنے مکان پر

ایک عصرانہ ترتیب دیا۔ اس تقریب کا مقصد یہ تھا کہ نشتر میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل جانے والے طلباء کو الوداع کہا جاسکے اور اس کے ساتھ ساتھ نئے آنے والے طلباء سے متعارف بھی ہوا جاسکے۔

۲؍دسمبر کو صبح ہی سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور سڑکیں کیچڑ سے اٹ گئیں۔ اس کے باوجود نشتر کالج کے باہمت احمدی طلباء وعدے کے عین مطابق بارش میں بھیگتے ہوئے پیدل چھاؤنی کے علاقہ میں قائد صاحب کے مکان پر پہنچے۔

پارٹی کے بعد ایک اجلاس میں ہر طالب علم نے اپنا مختصر تعارف کرایا۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ ملتان نے اپنی تقریر میں کہا کہ آپ طالب علم ہونے کے لحاظ سے خدام کا ایک ایسا گروہ ہیں جو پڑھے لکھے افراد پر اپنے اثرات مرتب کر سکتا ہے۔ ہماری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں کہ آپ کس طرح اپنے عملی نمونہ سے مجلس، جماعت، احمدیت اور اسلام کا نام روشن کرتے ہیں۔ جانے والے طلباء میں سے ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ ہم نے ملتان میں پانچ سال گزارنے کے دوران جو کچھ کیا اپنا فرض سمجھ کے کیا۔ ہم سے کوتاہیاں بھی ہوئیں اور ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں ـــــ انہوں نے کہا کہ ان پانچ سالوں میں مجلس خدام الاحمدیہ ملتان اور جماعت کے دیگر احباب نے ہم پر ہمیشہ مشفقانہ نظر رکھی۔ انہوں نے نئے آنے والے احمدی طلباء کو تلقین کی کہ وہ عام زندگی میں سنجیدگی کو اپنا شعار بنائیں اور تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اجلاس میں نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کے علاوہ مجلس عاملہ کے ممبران نے بھی شرکت کی +

مجلس خدام الاحمدیہ چک چٹھہ کا وقارِ عمل

۵؍جنوری ۶۶ء کو مجلس خدام الاحمدیہ چک چٹھہ نے چک سے جنوبی بجانب ایک سڑک کی مرمت وغیرہ کیلئے ایک وقارِ عمل کا پروگرام ترتیب دیا۔ اس میں واپڈا کالونی حافظ آباد سے خاکسار اور مکرم جناب راجہ غفور احمد صاحب نے بھی شرکت کی۔ نماز جمعہ کے بعد تمام خدام مقررہ وقت پر کسیاں اور ٹوکریاں لے کر مقامِ وقارِ عمل پر پہنچ گئے۔ پروگرام دو بج کر بیس منٹ پر شروع ہوا۔ آغاز سے قبل حکیم عبدالعزیز صاحب صدر جماعت مقامی نے اجتماعی دعا کرائی۔

قریباً ڈیڑھ سو فٹ طویل سڑک کو جو خستہ حالت میں تھی نئے سرے سے ٹھیک کیا گیا۔ ایک طرف پیدل چلنے والوں کے لئے ہموار راستہ بنایا گیا اور نکاس نالی کو پہلے سے گہرا، سڑک کی ایک جانب کھودا گیا اور پانی کو جاری کیا گیا۔ نیز سڑک پر ایک بہت بڑی لکڑی عرصہ سے آمد و رفت میں رکاوٹ کا باعث بنی ہوئی تھی سب خدام نے مل کر اسے ایک طرف لڑھکا دیا۔

مجموعی طور پر وقارِ عمل کا وقت ۲½ گھنٹے تھا

اس وقارِ عمل کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ غیر از جماعت لوگ چلتے چلتے رک جاتے اور خدام کو اس شوق اور

انہماک سے کام کرتے دیکھ کر دریافت فرماتے کہ کیا کوئی بڑا افسر آ رہا ہے؟ مگر جب انہیں حقیقتِ حال سے روشناس کرایا جاتا تو وہ بہت اچھا اثر لیکر جاتے۔

(ملک محمد علی جاوید حال واپڈا کالونی حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

ہفتہ صفائی کے اہتمام میں قابلِ تقلید نمونہ

شعبہ صحتِ جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تحت ۸ رسے ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۷ء تک ہفتہ صفائی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس طرف مجالس نے بہت کم توجہ دی ہے اور بہت ہی کم رپورٹیں ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ صفائی انسان کی تندرستی کی ضامن ہے اور ویسے بھی خدا تعالیٰ نے ظاہری صفائی کو بہت اہمیت دی ہے کیونکہ ظاہری صفائی باطنی صفائی کے لئے بطور زینہ کے ہے۔ اسلئے مجالس کو چاہیئے کہ جب بھی ایسے پروگرام مرتب کئے جائیں تو وہ ایسے پروگراموں میں دلچسپی سے حصّہ لیں اور انہیں کامیاب بنائیں۔

ہفتہ صفائی کے ضمن میں مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی مساعی تعریف کے قابل ہیں اور وہی مجلس اس ہفتہ صفائی میں اوّل قرار پائی ہے۔ قائد صاحب مجلس ملتان اور ان کے رفقاء نے بڑی مستعدی اور محنت سے اس ہفتہ کو کامیاب بنایا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(نائب مہتمم صحت جسمانی)

عَلَمِ انعامی حاصل کرنے کا اعزاز

۱۹۶۶-۶۷ء کے دوران اعلیٰ کارکردگی کے لحاظ سے مجلس لائلپور، کراچی اور خوشاب نے علی الترتیب اوّل، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کی۔ مجلس پنڈی بھاگو کے کام کو قابلِ تعریف قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ جلسہ سالانہ کے دوسرے روز مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۶۸ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے مجلس لائلپور کے قائد مکرم مشتاق احمد صاحب ہاشمی کو خلافت جوبلی عَلَم انعامی عطا فرمایا۔ اسی طرح باقی تینوں مجالس کے قائدین کو سنداتِ خوشنودی عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی جملہ مجالس کے لئے مبارک کرے اور مزید ترقیات عطا کرے۔ آمین۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجالس خدام الاحمدیہ کا ہفتہ وصولی

سالِ رواں کی پہلی سہ ماہی کا جائزہ چندہ مجلس، اجتماع، تعمیر ہال وغیرہ مرتب کر کے مجالس کو ارسال کر دیا گیا ہے۔ اس سہ ماہی میں بقایادار مجالس خصوصاً اور دیگر مجالس عموماً ۳ر مارچ سے ۱۰ر مارچ تک خدام الاحمدیہ کے چندہ جات کی وصولی کا ہفتہ منائیں اور بقایاجات وصول کر کے جلد از جلد مرکز کو ارسال فرمائیں۔ (مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجالس خدام الاحمدیہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مساعی

صدر پاکستان کے دفاعی فنڈ میں ایک ہزار چھ سو روپیہ کا گراں قدر عطیہ

گزشتہ پاک بھارت جنگ کے بعد امریکہ میں ہمارے احمدی نوجوان بھائیوں نے اپنی مختصر تعداد کے باوجود پاکستان اور اہلِ پاکستان سے اپنی ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے ۳۱۶ ڈالر ۲۵ سنٹ یعنی قریباً ۱۶۰۰/- روپے کی رقم صدر پاکستان کے دفاعی فنڈ میں بھجوائی۔ مجالس خدام الاحمدیہ امریکہ کے نائب صدر جناب اے۔ آر۔ خان بنگالی صاحب نے صدر پاکستان کو جو خط اس ضمن میں تحریر فرمایا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

۱۴ر اکتوبر ۱۹۶۵ء بخدمت جناب صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب

جناب صدر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مَیں آپکو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ امریکہ اپنے ملک میں پاکستان کے مفاد کی خاطر پوری تندہی سے مصروفِ کار ہے اور امریکی عوام کی رائے کو پاکستان اور خصوصاً مسئلہ کشمیر سے متعلق پاکستان کے جائز موقف کی حمایت میں ہموار کرنے میں پوری طرح کوشاں ہے۔ اس مقصد کیلئے کالجوں، کلبوں، کلیساؤں میں تقاریر کی جاتی ہیں جہاں جماعت احمدیہ کے مبلغین کو لیکچر کیلئے بلایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں معتقدر شہریوں اور نمائندگانِ پریس سے بات چیت اور ریڈیو کے ذریعہ بھی اس کام کو سرانجام دیا جاتا ہے۔

حال ہی میں ہم نے مجالس خدام الاحمدیہ امریکہ کے اراکین سے اپیل کی کہ وہ پاکستان وار ریلیف اینڈ ڈیفنس فنڈ میں چندہ دیں۔ بفضلہ تعالیٰ ۳۱۶ ڈالر ۲۵ سنٹ کی رقم جمع ہوگئی جو کہ آپ کو بذریعہ بنک ڈرافٹ بھجوائی جا رہی ہے۔ امریکہ کے احمدی نوجوانوں کی یہ حقیر سی پیشکش ہے جو انہوں نے اپنے وطن عزیز (پاکستان) کے دفاع اور اپنے بھائیوں سے اپنی محبت کے اظہار کے طور پر کی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اسے قبول کر کے ہمارے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کی عاقلانہ و مشفقانہ رہنمائی میں پاکستان ایک عظیم اسلامی مملکت کی حیثیت سے اقوامِ عالم کی صف میں وہ بلند مقام حاصل کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ نیز حق و انصاف اور امن و تحفظ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بنی نوع انسان کی بہبود ایسی پالیسی پر استقامت اختیار کرنے کی مثال قائم کر دے۔

اللہ تعالیٰ آپکو لمبی عمر صحت و قوت اور علم و فراست سے بہرہ مند کرے تا آپ پاکستان کو صحیح راستے پر گامزن کر کے اسے اس کے نیک مقصد سے ہمکنار کر دیں۔ آمین +

(مہتمم مجالس بیرون خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ماہنامہ "خالد" کے خصوصی نامہ نگار

مجالس کے لئے ایک ضروری اعلان

مجالس کی قابلِ ذکر کارگزاری کی مناسب اشاعت اور ماہنامہ خالد میں "خدام الاحمدیہ کے صفحات کو دلچسپ اور جاذبِ توجہ بنانے کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ مختلف مجالس اپنے ہاں کسی اہلِ قلم خادم کو خالد کا خصوصی نامہ نگار تجویز کر کے منظوری حاصل کریں۔ یہ خادم اپنی مجلس کی مختلف تقاریب اور کارگزاری کے قابلِ ذکر حصّوں کو دلچسپ انداز میں لکھ کر مرکز میں ارسال کرے گا۔ اس طریق سے مجالس کی کارگزاری بہتر طور پر اشاعت پذیر ہو سکے گی۔ سب مجالس کو خالد کے ایسے خصوصی نامہ نگار مقرر کرنے کی دعوت دی جاتی ہے لیکن خاص طور پر لائل پور، راولپنڈی، کراچی، لاہور، ربوہ، سرگودھا، پشاور، سیالکوٹ اور حیدر آباد کی مجالس اس اعلان کی مخاطب ہیں۔ یہ مجالس اس طرف فوری توجہ فرمائیں۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ملتان کی مجلس خدام الاحمدیہ میں مکرم اخوند ریاض احمد صاحب کو خالد کا خصوصی نامہ نگار مقرر کیا گیا ہے۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Monthly **KHALID** *Rabwah*

February 1968 Regd. No. L 5830

جس نے ہر سانس لیا دین محمد کے لئے
جس نے بتلایا کہ باطل کی حقیقت کیا ہے

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا